

كِتَابُ الرَّقَّاقِ

صحیح البخاری – دل کو نرم کرنے والی احادیث کی تشریح

لغوی تشریح • شرح حدیث • اختلاف شارحین • قرآنی ارتباط • تربیتی نکات • عصری تطبیق

ابواب ۱۸ تا ۲۷ • احادیث ۶۴۶۱ تا ۶۴۸۵ – پندرہ احادیث

مآخذ: فتح الباری (ابن حجر) • عمدة القاری (العینی) • کشف الباری (سلیم اللہ خان)

کتاب الرقاق – نام اور مقصد

الرِّقَاق / الرِّقَاقُ کی لغوی و اصطلاحی تشریح

رِقَّة

نرمی – دل کا نرم اور متاثر ہونا

زہد

دنیا سے بے رغبتی اور اس کے ساتھ متوازن تعلق

یادِ آخرت

موت، حساب اور جزا کا استحضار

تہذیبِ نفس

خواہشات کی اصلاح اور ضبط

محاسبہٴ نفس

اپنے اعمال کا مسلسل جائزہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ کتاب فقہی ابواب کے بعد رکھی – علم و عمل کے بعد دل کی اصلاح، تاکہ عبادت محض ظاہری صورت نہ رہ جائے بلکہ اس کا اثر باطن پر پڑے۔

بَابُ الْقَصْدِ وَالْمَدَاوَةِ عَلَى الْعَمَلِ

ترجمہ الباب کی وضاحت – تینوں شروح کی روشنی میں

کشف الباری: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ الباب میں دو باتیں بیان فرمائی ہیں – ایک قصد و میانہ روی، دوسری مداومت۔ دونوں اوصاف شریعت میں مطلوب و محمود ہیں، اور چونکہ قصد و میانہ روی خود مداومت اور استقامت کا ذریعہ اور سبب ہے، اسی لیے دونوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا۔

فتح الباری – وجہ مناسبت

ترجمہ الباب میں ”القصد“ ہے اور حدیث میں ”سَدِّدُوا“ – اور شارحین نے سدا کی تفسیر قصد سے کی ہے، اسی سے مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔

عمدة القاری – تعریف قصد

”القصد وهو السلوك في الطريق المعتدلة“ – اور ایک قول یہ ہے کہ قصد سے مراد افراط و تفریط کے درمیان راستے کی استقامت ہے۔

کشف الباری کا حاصل: اگر حد سے تجاوز اور مبالغہ کر کے کوئی نیک عمل اختیار کیا جائے تو انسان عموماً بالآخر اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے؛ لیکن اپنی طاقت کے پیش نظر میانہ روی کے ساتھ اعمال انجام دیے جائیں تو ذوق و شوق بھی باقی رہتا ہے اور دوام و استقامت بھی حاصل رہتی ہے۔

حدیث ۶۴۶۱ – سب سے پسندیدہ عمل

راوی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ بروایت مسروق

سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: «الدَّائِمُ». قُلْتُ: فَأَيُّ حِينٍ كَانَ يَقُومُ؟ قَالَتْ: «كَانَ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ»

”میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ پسند تھا؟ فرمایا: جس پر ہمیشگی ہو۔ میں نے پوچھا: آپ رات کو کب اٹھتے تھے؟ فرمایا: جب مرغ کی آواز سن لیتے۔“

الصَّارِخ

لغوی معنی: بلند آواز سے پکارنے والا

حدیث میں مراد: اس سے مراد مرغ ہے – ابن حجر: والمراد بالصارخ الديك

الدَّائِم

لغوی معنی: دوام والا

حدیث میں مراد: وہ عمل جس پر مستقل مزاجی سے عمل ہو سکے

شرح حدیث ۶۴۶۱

ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کی روشنی میں

یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب التہجد، ”باب من نام عند السحر“ میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح وہیں بیان ہو چکی ہے۔
تخریج و تکرار

یہاں الفاظ ہیں: ”قلت فی آی حین کان یقوم“۔ کشمینی کی روایت میں ”فای حین“ ہے، جبکہ کتاب التہجد میں ”قلت متی کان یقوم“ کے الفاظ ہیں۔
روایات کا فرق

امام بخاری نے اس کے بعد ابو الاحوص عن اشعث کی روایت مختصراً ذکر کی: ”إذا سمع الصارخ قام فصلى“۔
ابو الاحوص کی روایت

امام مسلم نے یہی حدیث اسی طریق سے مکمل نقل کی ہے، اور اس میں الفاظ ہیں: ”قلت آی حین کان یصلی“۔
امام مسلم کی روایت
تزیینی نکتہ: عمل کی قبولیت میں مقدار سے زیادہ دوام کو دخل ہے۔ تھوڑا مگر مسلسل عمل، زیادہ مگر منقطع عمل سے بہتر ہے۔

مراجع: فتح الباری، کتاب الرقاق، شرح حدیث ۶۴۶۱۔ صحیح مسلم

مطابقتِ حدیث با ترجمۃ الباب اور ایک اختلاف

عمدۃ القاری کی تحقیق

حدیث ۶۴۶۳

ترجمۃ الباب کے پہلے جزو (القصد) سے مطابقت –
بقول عینی: ”وہو قولہ: القصد“

حدیث ۶۴۶۲

اسی دوسرے جزو (المداومہ) سے مطابقت – اور یہ
حدیث بخاری کے افراد میں سے ہے

حدیث ۶۴۶۱

ترجمۃ الباب کے دوسرے جزو (المداومہ) سے
مطابقت

اختلاف شارحین – ”الصَّارِخُ“ سے کیا مراد ہے؟

ابن حجر

والمراد بالصارخ الیك – یعنی مرغ۔

الکرمانی

الیک أو المؤذن – مرغ یا مؤذن۔

العینی (فیصلہ)

کرمانی کے دوسرے احتمال (مؤذن) پر فرماتے ہیں: ”قلت: فیہ نظر“ – یعنی یہ محلِ نظر ہے۔

راج: جمہور شارحین کے نزدیک الصارخ سے مراد مرغ ہے، اور یہی سیاق کے مطابق ہے۔

حدیث ۶۴۶۲۔ پہلی حدیث کی تفسیر

راوی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ بروایت عروہ

كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسندیدہ وہ عمل تھا جس پر اس کا کرنے والا ہمیشگی کرے۔“

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر کر رہی ہے۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب ”الدائم“ کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔ اور یہی مضمون آگے آنے والی حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے بھی ثابت ہے۔

سبق: ایک روایت دوسری روایت کی شرح کرتی ہے۔ یہی ”تفسیر الحدیث بالحدیث“ کا اصول ہے، اور امام بخاری کی ترتیب اسی اصول پر مبنی ہے۔

حدیث ۶۴۶۳ – عمل نجات نہیں دلاتا

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بروایت سعید المقبری

«لَنْ يُنَجِّيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ». قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ. سَدُّوا وَقَارِبُوا، وَاغْدُوا وَرُوحُوا، وَشَيْءٌ مِنَ الدَّلْجَةِ، وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا»

”تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دلا سکے گا۔“ صحابہ نے عرض کی: اور آپ کو بھی نہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا: ”اور مجھے بھی نہیں، سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے۔ درستی اختیار کرو، میانہ روی برتو، صبح اور شام چلو اور کچھ رات کے آخری حصے میں – اور اعتدال، اعتدال! منزل کو پہنچ جاؤ گے۔“

روایات کا اختلاف: امام مسلم کے ہاں ”لیس أحد منكم ينجي عمله“ اور ”لن ينجو أحد منكم بعمله“ کے الفاظ ہیں؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”لا يدخل أحد منكم عمله الجنة ولا يخرج من النار“ آیا ہے۔ کتاب کفارة المرض میں ”لن يدخل أحد عمله الجنة“ کے الفاظ گزر چکے ہیں۔

لغوی نکتہ: ”يُنَجِّي“ کا معنی ”خلاصی دینا“ ہے؛ نجات کسی چیز سے چھڑکارا پانے کو کہتے ہیں۔

لغوی تشریح – حدیث ۶۴۶۳ کے کلمات

عربی لفظ ← لغوی معنی ← حدیث میں مراد

سَدُّوا

درستی اختیار کرو

ابن حجر: اقصدوا السداد آی الصواب۔ یعنی عمل میں صواب اور اتباعِ سنت و اخلاص کو ملحوظ رکھو۔

يَتَغَمَّدَنِي

ڈھانپ لینا

ابو عبید: تغمد کا معنی ستر و پردہ ہے، اور یہ ”غمدِ سیف“ سے ماخوذ ہے۔ جیسے تلوار کو نیام پہنا کر چھپا دیا جائے۔

الدُّلْجَةِ

رات کے کسی حصے کا سفر

طیالسی کی روایت میں ”وخطا من الدلجة“ ہے۔ یعنی رات کے آخری حصے میں کچھ عبادت۔

وَقَارِبُوا

میانہ رومی سے چلو

ابن اثیر (النهاية): اقتصدوا في الأمور كلها واطروا الغلو فيها والتقصير۔ کرمانی: لا تبغوا الغاية بل تقرّبوا منها۔

الرَّوَّاحِ

دن کے دوسرے نصف کا سفر

سہ پہر کے وقت کا عمل

الْغَدُو

دن کے پہلے حصے کا سفر

صبح کے وقت کا عمل

مراجع: فتح الباری، شرح حدیث ۶۴۶۳۔ أبو عبید القاسم بن سلام (بحوالہ فتح الباری)

شرح حدیث – عمل اور رحمت کا تعلق

نفی عمل کا مطلب عمل کی بے فائدگی نہیں

ابن حجر رحمہ اللہ ”سَدِّدُوا“ کے استدراک کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مذکورہ نفی سے یہ گمان ہو سکتا تھا کہ عمل کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ نہیں، بلکہ عمل کا فائدہ ہے۔ عمل اس رحمت کے وجود کی علامت ہے جو بندے کو جنت میں داخل کرتی ہے۔ لہذا عمل کرو اور اپنے عمل میں صواب یعنی اتباعِ سنت اور اخلاص کا قصد کرو تاکہ عمل قبول ہو اور تم پر رحمت نازل ہو۔

الرافعی رحمہ اللہ کا نکتہ

عمل کرنے والے کو چاہیے کہ نجات اور بلندی درجات کی طلب میں اپنے عمل پر بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس نے عمل بھی اللہ کی توفیق سے کیا اور گناہ بھی اللہ کی عصمت سے چھوڑا؛ سب کچھ اسی کے فضل و رحمت سے ہے۔

”وَقَارِبُوا“ کی حکمت

عبادت میں افراط نہ کرو کہ نفس تھک جائے، اکتاہٹ پیدا ہو اور بالآخر عمل ہی ترک ہو جائے۔ اوریوں تقریظ لازم آئے۔

”إِنَّ هَذَا الدِّينَ مَتِينٌ فَأَوْغِلُوا فِيهِ بِرَفْقٍ ... فَإِنَّ الْمُتَبَتَّ لَا أَرْضًا قَطَعَ وَلَا ظَهْرًا أَبْقَى“

”یہ دین مضبوط ہے، اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو۔ کیونکہ جو سواری کو تھکا ڈالے، وہ نہ زمین طے کرتا ہے نہ سواری باقی رکھتا ہے۔“ (الزهد لابن المبارک، موقوف بر عبد اللہ بن عمرو، بحوالہ فتح الباری)

مراجع: فتح الباری، شرح حدیث ۶۴۶۳۔ آمالی الرافعی (بحوالہ فتح الباری)

نحوی و بلاغی نکات – حدیث ۶۴۶۳

عمدة القاری کی تصریحات

«لَنْ يُنَجِّيَ»

تجیہ سے بھی ہو سکتا ہے اور انجاء سے بھی؛ معنی ہے ”خلاصی دینا“۔

«أَحَدًا ... عَمَلُهُ»

”أَحَدًا“ مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اور ”عَمَلُهُ“ مرفوع ہے کیونکہ وہ ”نَجَّيَ“ کا فاعل ہے۔

«إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي»

استثناء منقطع ہے، اور متصل ہونے کا احتمال بھی ہے۔ جیسے ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتِ الْأُولَى﴾ (الدخان ۵۶: ۴۴)۔

«وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ»

نصب علی الإغراء ہے۔ یعنی: ”درمیانی معتدل راستے کو لازم پکڑو، تو اپنی مطلوبہ منزل تک پہنچ جاؤ گے۔“

بلاغی نکتہ (عینی): عبادت کرنے والوں کو مسافروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تمام اوقات کو سفر میں نہ کھپاؤ، بلکہ نشاط کے اوقات یعنی دن کا اول و آخر اور رات کا کچھ حصہ غنیمت جانو، اور باقی وقت میں اپنے نفس پر رحم کرو تاکہ راستے ہی میں ہمت نہ ٹوٹ جائے۔

مراجع: عمدة القاری ۲۳، شرح حدیث ۶۴۶۳

اختلافِ شارحین – آیت اور حدیث میں تطبیق

اقوالِ شارحین اور رائج مفہوم

اشکال: حدیث میں ہے کہ عملِ جنت میں داخل نہیں کرتا، جبکہ قرآن فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

ابن بطال

آیت کو درجاتِ جنت پر محمول کیا جائے، کیونکہ درجاتِ اعمال کے تفاوت سے مختلف ہیں؛ اور حدیث کو اصل دخول اور خلود پر محمول کیا جائے۔

الکرمانی

﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ میں ”باء“ سببیہ نہیں بلکہ الصاق، مصاحبت یا مقابلہ کے لیے ہے۔ جیسے: أعطيت الشاة بالدرهم۔

ابن هشام (المغنی)

باء مقابلہ کے لیے آتی ہے اور اعواض پر داخل ہوتی ہے، جیسے: اشتريته بآلف۔ اسی سے یہ آیت بھی ہے، اور اسی سے آیت و حدیث کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

ابن القيم

دخول والی باء سببیہ ہے اور دوسری معاوضہ کی؛ عمل خواہ کتنا ہی ہو، اللہ کی ایک نعمت کے برابر بھی نہیں، چہ جائیکہ جنت کا عوض بنے۔

ابن حجر (اختیار خود)

حدیث کو اس پر محمول کیا جائے کہ عمل بذاتِ خود دخولِ جنت کا موجب نہیں جب تک مقبول نہ ہو۔ اور قبولیت کا معاملہ اللہ کی رحمت سے وابستہ ہے۔

راجع و جامع مفہوم: جنت میں اصل داخلہ اللہ کی رحمت سے ہے، اور درجات کا تفاوت اعمال کے مطابق ہے۔ پس آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

اعتقادی نکتہ – جبرِ اور قدریہ کا رد

حدیث دونوں انتہاؤں کو باطل قرار دیتی ہے

قدریہ

انہوں نے کہا کہ جنت عمل کا عوض اور اس کی قیمت ہے، اور دخولِ محض اعمال سے ہوتا ہے۔

جبریہ

انہوں نے سرے سے انکار کیا کہ اعمال کسی بھی اعتبار سے دخولِ جنت کا سبب ہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی وہ فیصلہ کن کلام ہے جو دونوں گروہوں کے دعوے کو باطل کرتا ہے۔ حدیث ایک طرف اعمال کو دخولِ جنت کا موجبِ تام ہونے سے نکالتی ہے، اور دوسری طرف ”سدوا وقاربوا“ کہہ کر اعمال کی افادیت کو ثابت کرتی ہے۔

اہل سنت کا موقف: اعمال سببِ ناقص ہیں، موجبِ تام نہیں۔ توفیقِ عمل بھی اللہ کی رحمت، قبولیتِ عمل بھی اسی کی رحمت، اور دخولِ جنت بھی اسی کی رحمت۔ مگر اس کے باوجود عمل مطلوب اور مامور بہ ہے۔

مراجع: مفتاح دار السعادة لابن القیم (بحوالہ فتح الباری، شرح حدیث ۶۴۶۳)

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

”اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔“

سورة الزخرف ۴۳:۷۲

ربط: شارحین نے اسی آیت اور حدیث کے مابین تطبیق پر گفتگو کی ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

”تم پر سلامتی ہو، جنت میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔“

سورة النحل ۱۶:۳۲

ربط: ابن بطال کے پہلے جواب پر یہی آیت اعتراض بنی، کیونکہ اس میں خود دخول کو اعمال سے جوڑا گیا ہے۔

متعلقہ احادیث

وہی مضمون دوسرے طرق اور دوسرے صحابہ سے

«لَا يُدْخِلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيرُهُ مِنَ النَّارِ، وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ»

حضرت جابر رضی اللہ عنہ . صحیح مسلم

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اسی سوال کا جواب

«لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ»

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ . صحیح البخاری، کتاب المرضى

بروایت ابو عبیدہ - کفارة المرض میں گزر چکی

«لَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يُنْجِيهِ عَمَلُهُ»

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ . صحیح مسلم

بروایت ابن عون عن محمد بن سيرين

نوٹ: ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے علاوہ اعمش عن ابی صالح اور بشر بن سعید کے طرق بھی ذکر کیے ہیں، جن کے الفاظ میں معمولی فرق ہے مگر مضمون ایک ہے۔

تزیتی نکات اور عصرِ حاضر میں تطبیق

حدیث کا عملی پیغام

تزیتی نکات

- عمل پر نہیں، اللہ کی رحمت پر بھروسا
- تھوڑا مگر مستقل عمل مطلوب ہے
- عبادت میں افراط اکتاہٹ اور ترک کا سبب بنتا ہے
- عملِ صالحِ رحمت کی علامت ہے، اس کی قیمت نہیں
- اخلاص اور اتباعِ سنت کے بغیر عمل مقبول نہیں

عصرِ حاضر میں تطبیق

× رمضان میں شدید عبادت، بعد میں مکمل ترک
✓ سال بھر تھوڑا مگر مسلسل معمول

× فوری نتائج کی خواہش
✓ استقامت اور صبر کے ساتھ تدریج

× دوسروں سے موازنہ اور دکھاوا
✓ اخلاص اور اپنے معمول کی پابندی

× اپنے اعمال پر خود پسندی (عُجب)
✓ رحمت کی امید اور محاسبہ نفس

المصادر والمراجع

اس حصے میں براہِ راست جن کتب سے استفادہ کیا گیا

صحیح البخاری – الإمام محمد بن إسماعیل البخاری

کتاب الرقاق، باب القصد والمداوة علی العمل، أحادیث ۶۴۶۱-۶۴۶۳

براہِ راست

فتح الباری شرح صحیح البخاری – ابن حجر العسقلانی

شرح أحادیث ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، ۶۴۶۳ – جلد ۱۱

براہِ راست

عمدة القاری شرح صحیح البخاری – بدر الدین العینی

کتاب الرقاق، باب ۱۸ – جلد ۲۳، مطابقت، نحو اور اختلاف

براہِ راست

کشف الباری – مولانا سلیم اللہ خان

کتاب الرقاق، باب ۱۸ – ترجمۃ الباب کی وضاحت اور لغوی تشریح

براہِ راست

النهاية في غريب الحديث – ابن الأثير

بحوالہ کشف الباری ۲/۴۳۱
”قاربوا“ کی تشریح

صحیح مسلم – الإمام مسلم بن الحجاج

روایات کے اختلاف الفاظ کے لیے

بحوالہ فتح الباری

المغني عن كتب الأعراب – ابن هشام الأنصاري

باء کی اقسام کی بحث

بحوالہ فتح الباری

مفتاح دار السعادة – ابن القيم الجوزية

جبریه و قدریہ کے رد میں

بحوالہ فتح الباری

الزهد – عبد الله بن المبارك

إن هذا الدين تين ... کا اثر

بحوالہ فتح الباری

نوٹ: جن شروح تک براہِ راست رسائی نہ ہو سکی – إرشاد الساري، الكواكب الدراري، الكوثر الجاري، فيض الباري، لامع الدراري، إنعام الباري – ان کی طرف کوئی قول براہِ راست منسوب نہیں کیا گیا۔ الکرماني کے اقوال فتح

الباری اور عمدة القاری کے حوالے سے نقل کیے گئے ہیں۔

باب ۱۹

بَابُ الرَّجَاءِ مَعَ الْخَوْفِ

باب: امید اور خوف کا ساتھ ہونا

حدیث ۶۴۶۹ – حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ترجمہ الباب کی وضاحت

خوف اور رجاء میں توازن کا استجاب

ابن حجر اور عینی دونوں فرماتے ہیں: اس باب سے مراد خوف کے ساتھ رجاء کا استجاب ہے۔ پس رجاء میں نظر کو خوف سے نہ کاٹا جائے اور نہ خوف میں نظر کو رجاء سے، تاکہ پہلی صورت میں اللہ کے مکر سے بے خوفی اور دوسری صورت میں قنوط (بایوسی) لازم نہ آئے؛ اور یہ دونوں مذموم ہیں۔

رجاء کا صحیح مفہوم

جس سے کوتاہی ہو جائے وہ اللہ سے حسن ظن رکھے اور امید رکھے کہ اللہ اس کا گناہ مٹا دے گا؛ اور جو طاعت کرے وہ اس کی قبولیت کی امید رکھے۔

جھوٹی امید (غرور)

جو گناہ میں ڈوبا رہے اور بغیر ندامت و ترک کے مؤاخذہ نہ ہونے کی امید رکھے۔ ابن حجر فرماتے ہیں: فہذا فی غرور۔

ابو عثمان الجیزی رحمہ اللہ کا قول (بحوالہ فتح الباری): ”مِنْ عَلَائَةِ السَّعَادَةِ أَنْ تُطِيعَ وَتَخَافَ أَنْ لَا تُقْبَلَ، وَمِنْ عَلَائَةِ الشَّقَاءِ أَنْ تَعْصِيَ وَتَرْجُو أَنْ تَنْجُو“۔ سعادت کی علامت یہ ہے کہ تُو طاعت کرے اور ڈرے کہ قبول نہ ہو؛ اور بدبختی کی علامت یہ ہے کہ تُو نافرمانی کرے اور نجات کی امید رکھے۔

تعلیق سفیان - قرآن کی سخت ترین آیت



امام بخاری نے ترجمہ الباب کے ساتھ یہ اثر ذکر کیا
وَقَالَ سُفْيَانُ: مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَشَدُّ عَلَى مَنْ

{لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ}.

”تم کسی چیز پر نہیں ہو جب تک تورات و انجیل اور جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم نہ کرو۔“

سورة المائدة ۶۸: ۵

مناسبتِ آیت با ترجمہ الباب

عینی: آیت دلالت کرتی ہے کہ جو اس کتاب پر عمل نہ کرے جو اس پر اتری، اسے نجات حاصل نہ ہوگی۔ اور محض رجاء بغیر عمل کے نفع نہ دے گا۔

سفیان کون؟ اور یہ آیت سخت کیوں؟

عینی: یہ سفیان بن عیینہ ہیں۔ آیت اس لیے شدید ہے کہ یہ کتبِ الہیہ کے علم اور ان پر عمل۔ دونوں کو مستلزم ہے۔

عینی نے یہ بھی نقل کیا کہ بعض کے نزدیک سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت ﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ (آل عمران ۱۳۱: ۳) ہے، بعض کے نزدیک ﴿إِنَّمَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ (المائدة ۲۷: ۵)، اور بعض کے نزدیک ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ (النساء ۱۲۳: ۴)۔

مراجع: عمدة القاري ۲۳، باب ۱۹ فتح الباري، شرح الترجمة

حدیث ۶۴۶۹ – سو رحمتیں

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بروایت سعید المقبری

«إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةً رَحْمَةً، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً، وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً، فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الْجَنَّةِ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ»

”بے شک اللہ نے جس دن رحمت کو پیدا کیا، اسے سو رحمتیں بنایا۔ پس ننانوے اپنے پاس روک لیں اور اپنی تمام مخلوق میں ایک رحمت بھیج دی۔ اگر کافر کو اُس ساری رحمت کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو؛ اور اگر مؤمن کو اُس سارے عذاب کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو وہ دوزخ سے بے خوف نہ ہو۔“

یعنی: یہ حدیث بخاری کے افراد میں سے ہے، اور کتاب الادب کے ”باب جعل اللہ الرحمة مائة جزء“ میں سعید بن المسیب کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ گزر چکی ہے: ”جعل اللہ الرحمة مائة جزء“۔

قتیبہ بن سعید اور عمرو بن ابی عمرو – دونوں مدنی ہیں؛ عمرو تابعی صغیر اور ان کے شیخ تابعی وسط ہیں۔ (فتح الباری وعمدة القاری)

روایات کا فرق: ”فِي خَلْقِهِ كُلِّهَا“ – کرمانی نے بعض روایات میں ”فِي خَلْقِهِ كُلِّهَا“ نقل کیا ہے۔

اعتقادی بحث – ”اللہ نے رحمت کو پیدا کیا“ کا مطلب

اقوال شارحین

ابن الجوزي

اللہ کی رحمت اس کی صفات ذات میں سے ایک صفت ہے، اور یہ اُس رقت کے معنی میں نہیں جو صفاتِ آدمین میں ہوتی ہے؛ یہاں اجزاء کا ذکر بطورِ مثال ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ ارحم الراحمین ہے۔

ابن حجر

یہاں رحمت سے مراد وہ ہے جو صفاتِ فعل میں سے ہے۔ لہذا تاویل کی حاجت ہی نہیں۔ اور اس کا ایک اور جواب کتاب الادب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

العيني

”اللہ نے رحمت کو پیدا کیا“ سے مراد وہ رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں میں رکھی، اور وہ مخلوق ہے؛ رہی وہ رحمت جو اس کی صفت ہے تو وہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

راجح و جامع مفہوم: حدیث میں مذکور ”رحمت“ سے مراد صفتِ فعل یا وہ رحمت ہے جو مخلوق میں رکھی گئی۔ اور صفتِ ذات والی رحمت اس سے الگ اور قدیم ہے؛ پس کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

مراجع: فتح الباری وعمدة القاری، شرح حدیث ۰۶۴۶۹ ابن الجوزي (بحوالہ فتح الباری)

لغوی و نحوی نکات – حدیث ۶۴۶۹

دونوں شروح کی تصدیحات

اس طریق میں ”فاء“ کے ساتھ ثابت ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مابعد کو ماقبل پر مرتب کیا گیا ہے۔ اور کافر کا ذکر پہلے اس لیے کیا کہ رحمت کی کثرت و وسعت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر شخص اس میں طمع کرے؛ پھر مؤمن کا ذکر استطراد آیا۔

«فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ»

”يَعْلَمُ“ ماضی کے بجائے مضارع لانے کی حکمت یہ ہے کہ اشارہ ہو کہ اسے یہ علم نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ کیونکہ جب مستقبل میں ممتنع ہے تو ماضی میں بھی ممتنع تھا۔

مضارع کا استعمال

اس ترکیب پر اشکال ہوا کہ ”کل“ جب موصول کی طرف مضاف ہو تو عموم اجزاء کے لیے ہوتی ہے، عموم افراد کے لیے نہیں۔ جبکہ سیاق سے عموم افراد مقصود ہے۔ جواب: بعض طرق میں ہے کہ رحمت سو اجزاء میں تقسیم کی گئی، لہذا تعمیم اصل میں اجزاء ہی کی ہے؛ یا مبالغے کے طور پر اجزاء کو افراد کے قائم مقام کر دیا گیا۔

«بِكُلِّ الَّذِي»

ابن الحاجب نے تصریح کی کہ ”لو“ انتفالے اول کی وجہ سے انتفالے ثانی کے لیے آتی ہے، جیسے ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ (الأنبياء ۲۱:۲۲)۔ اور یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، جیسے: ”لو جنتی لا کر متک“۔

حرف ”لو“ — عینی کی تحقیق

مراجع: فتح الباری وعمدة القاری، شرح حدیث ۶۴۶۹ ابن الحاجب (بحوالہ عمدة القاری)

مقصودِ حدیث – خوف و رجاء کا توازن

دو انتہاؤں کے درمیان اہل سنت کا راستہ

افراط فی الخوف

خارج اور معتزلہ کا قول: مرتکبِ کبیرہ اگر بغیر توبہ مرجائے تو ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔

افراط فی الرجاء

مرجئہ کا قول: ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔

مکلف کو چاہیے کہ خوف اور رجاء کے درمیان رہے۔ نہ رجاء میں اتنا بڑھے کہ مرجئہ بن جائے، نہ خوف میں اتنا کہ خارج و معتزلہ کے قول تک پہنچ جائے، بلکہ دونوں کے درمیان وسط پر رہے۔

{يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ}

”وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔“ – سورة الإسراء ۱۷:۵۷

ابن حجر کا جامع نکتہ: جو شخص دینِ اسلام کا تتبع کرے وہ اس کے تمام قواعد کو، اصول ہوں یا فروع، جانبِ وسط ہی میں پائے گا۔

باب ۲۰

بَابُ الصَّبْرِ عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ

باب: اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے رُکنے کا صبر

احادیث ۶۴۷۰، ۶۴۷۱ – حضرت ابو سعید خدری اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما

ترجمة الباب – کون سا صبر مراد ہے؟

کشف الباری اور عمدة القاری کی روشنی میں

صبر عَنِ الْمَعْصِيَةِ

گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا – ترجمہ الباب میں یہی مراد ہے

صبر فِي الْمُصِيبَةِ

مصیبت کے وقت شکوہ نہ کرنا اور قضا پر راضی رہنا

صبر عَلَى الطَّاعَةِ

اللہ کی اطاعت پر استقامت اختیار کرنا

کشف الباری: صبر کے تین مشہور معنی ہیں؛ یہاں ترجمہ الباب میں ”صبر عن محارم اللہ“ سے تیسرے معنی مراد ہیں – یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام کی ہیں، ان سے بچنا اور اجتناب کرنا۔

عن اور علی کا فرق

ابن حجر: صبر اگر ”عن“ کے ساتھ متعدی ہو تو معاصی کے بارے میں ہوتا ہے، اور اگر ”علی“ کے ساتھ ہو تو طاعات کے بارے میں۔

لغوی تحقیق (عمینی)

”محارم“ محرمہ کی جمع ہے۔ جوہری فرماتے ہیں: الحرمة وہ ہے جس کا توڑنا حلال نہ ہو۔ اور صبر کا معنی ہے: جس النفس۔

ابن حجر کی جامع تعریف: صبر کی بہترین تعریف یہ ہے کہ ”نفس کو ناپسندیدہ سے روکنا، شکوے سے زبان باندھنا، اسے برداشت کرنے میں مشقت اٹھانا اور کشادگی کا انتظار کرنا۔“

مراجع: کشف الباری، باب ۲۰۔ عمدة القاری ۲۳۔ فتح الباری، شرح الترجمة

ترجمہ الباب کے ساتھ آیت اور اثرِ عمر

امام بخاری کے ذکر کردہ دلائل

{إِنَّمَا يُؤَفِّي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ}

”بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا پورا دیا جائے گا۔“

سورة الزمر ۱۰: ۳۹

یعنی: ”بِغَيْرِ حِسَابٍ“ سے ہماری نسبت سے مبالغہ مراد ہے۔ اور لفظ ”الصابرون“ میں احتمال ہے کہ ”عن“ اور ”علی“ دونوں کے ساتھ استعمال ہو۔

وَقَالَ عُمَرُ: «وَجَدْنَا خَيْرَ عَيْشِنَا بِالصَّبْرِ» – ”ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر کے ذریعے پائی۔“

اس اثر کو امام احمد نے کتاب الزہد میں مجاہد سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

• تخریج (یعنی):

عبد اللہ بن المبارک نے کتاب الزہد میں مجاہد ہی سے دوسرے طریق سے، اور حاکم نے مجاہد عن سعید بن المسیب عن عمر کے طریق سے روایت کیا۔
”بالصبر“ باء کے ساتھ ہے؛ کشمینی کی روایت میں باء کے بغیر ہے، تو وہ نزعِ خافض کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ عینی فرماتے ہیں: باء اپنے حال پر الصاق کے لیے ہے، یا استعانت کے لیے ہو سکتی ہے۔ فتح الباری، شرح الترجمة، باب ۲۰

• تخریج (ابن حجر):

• نحوی نکتہ (یعنی):

حدیث ۶۴۷۰ – عفت، صبر اور استغناء

راوی: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

«مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَغْفِرَ يُعَفِّهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَلَنْ تُعْطُوا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ»

”میرے پاس جو مال ہوگا میں اسے تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ اور جو شخص عفت اختیار کرے اللہ اسے عفت عطا فرماتا ہے؛ جو صبر کرنے کی کوشش کرے اللہ اسے صبر عطا فرماتا ہے؛ اور جو بے نیازی اختیار کرے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے۔ اور تمہیں صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی عطیہ نہیں دیا گیا۔“

سبب ورود: انصار کے کچھ لوگوں نے سوال کیا تو آپ ﷺ عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ تب یہ ارشاد فرمایا۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان سائلین کے نام مجھے نہیں مل سکے، البتہ کتاب الزکاة میں مالک عن ابن شہاب کے طریق سے اشارہ ہے کہ ان میں خود ابو سعید بھی تھے۔

دیگر طرق: احمد کے ہاں ابو نضرہ کے طریق سے ہے کہ ایک شخص حاجت مند تھا؛ اور عمارہ بن غزیہ کے طریق سے خود ابو سعید فرماتے ہیں: ”مجھے میری ماں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس سوال کے لیے بھیجا“؛ اور ہلال بن حصین کے طریق سے ہے کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔

لغوی تشریح – حدیث ۶۴۷۰

عمدة القاری کی تصریحات

اللہ اسے عفا عطا کرے **يُعْفُهُ اللَّهُ**

یاء کے ضمے اور فاء کے تشدید و فتح کے ساتھ۔ یعنی اللہ اسے عفت کا رزق دیتا ہے۔

استغفار۔ عفت طلب کرنا **يَسْتَغْفِرُ**

حرام سے اور لوگوں سے سوال کرنے سے رُکنا۔ اکثر کی روایت میں فاء مشدود ہے، کشمیری کی روایت میں دو فاء کے ساتھ ”یستغف“ ہے۔

بے نیازی ظاہر کرنا **يَسْتَغْنِي**

یعنی جو غنا ظاہر کرے اور سوال نہ کرے؛ ”يَغْنِيهِ اللَّهُ“ یعنی اللہ اسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

صبر کا تکلف کرنا **يَتَصَبَّرُ**

یعنی جو اپنے آپ کو صبر پر آمادہ کرے؛ ”يُصَبِّرُهُ اللَّهُ“ یعنی اللہ اسے صبر عطا فرماتا ہے۔

روایات کا فرق: عبد الرحمن بن ابی سعید کی روایت میں ”تصبر“ کے بجائے ”وَمَنْ اسْتَغْفَرَ كَفَاهُ اللَّهُ“ ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے: ”مَنْ سَأَلَ وَلَهُ قِيمَةٌ أَوْ قِيَّةٌ فَقَدْ أَلْحَفَ“۔ نیز ”عَطَاءٌ خَيْرٌ“ اس روایت میں منصوب ہے؛ مالک کی روایت میں ”هُوَ خَيْرٌ“ مرفوع ہے اور مسلم کی روایت میں ”عَطَاءٌ خَيْرٌ“۔ امام نووی نے بھی یہی تقدیر بیان کی۔

حدیث ۶۴۷۱ – قدموں کا ورم

راوی: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ — أَوْ تَنْتَفِخَ — قَدَمَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ، فَيَقُولُ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟»

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر جاتے یا سوج جاتے۔ آپ سے عرض کیا جاتا تو فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“

قسطانی کا قول (بحوالہ کشف الباری)

”وَمُطَابَقَةُ الْحَدِيثِ لِلتَّرْجُمَةِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ صَبَرَ عَلَى الطَّاعَةِ، حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ“ — إرشاد الساري ۱۳/۴۷۰

مطابقتِ حدیث با ترجمہ الباب

عینی: مطابقتِ صبر علی الطاعة کے اعتبار سے ہے۔ آپ ﷺ نے طاعت پر اس قدر صبر فرمایا کہ قدم مبارک ورم کر گئے۔

نکتہ: باب کا عنوان ”صبر عن محارم اللہ“ ہے مگر یہ حدیث صبر علی الطاعة کی ہے۔ ابن حجر نے اسی لیے فرمایا کہ باب کا مضمون واجبات پر مواظبت اور محرمات سے کفِ نفس، دونوں کو شامل ہے، اور ترجمہ حدیث کے بعض مدلول کے مطابق ہے۔

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۷۱۔ عمدة القاری ۰۲۳۔ إرشاد الساري ۱۳/۴۷۰ (بحوالہ کشف الباری)

صبر کے بارے میں بزرگوں کے اقوال



کشف الباری میں منقول

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور معرفت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی تکلیف اور مصیبت کا ذکر اللہ کے سوا کسی اور سے نہ کرے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ

چالیس سال تک ان کی بینائی جاتی رہی، مگر انہوں نے کسی سے اس کا ذکر تک نہ کیا۔
حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ

غیر اللہ کے سامنے اپنی مصیبت کی شکایت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کبھی حلاوت نہیں پاسکے گا۔
شقیق بلخی رحمہ اللہ

مشترک نکتہ: اصل صبر یہ ہے کہ بندہ اپنی شکایت صرف اللہ کے سامنے رکھے۔ اور یہی وہ کیفیت ہے جسے قرآن نے ”صبر جمیل“ کہا ہے۔

تزیتی نکات اور عصرِ حاضر میں تطبیق

دونوں ابواب کا عملی پیغام

تزیتی نکات

• خوف اور رجاء دونوں ایک ساتھ مطلوب ہیں

• بغیر عمل کے محض امید غرور ہے

• عفت، صبر اور استغناء — تینوں مانگی جانے والی نعمتیں ہیں

• سوال سے بچنا خود ایک عطیہ ہے

• اطاعت پر ثابت قدمی بھی صبر ہے

• شکایت صرف اللہ سے کی جائے

عصرِ حاضر میں تطبیق

× مایوسی یا حد سے زیادہ بے فکری
✓ دونوں کے درمیان اعتدال

× بار بار لوگوں سے مانگنے کی عادت
✓ استغناء اور محنت

× فوری آسانی کی خواہش
✓ صبر اور انتظار

× ہر پریشانی سوشل میڈیا پر بیان کرنا
✓ شکایت صرف اللہ کے سامنے

× عبادت میں وقتی جوش، پھر ترک
✓ تھوڑا مگر مستقل معمول

المصادر والمراجع – حصہ دوم

ابواب ۱۹ اور ۲۰ – احادیث ۶۴۶۹، ۶۴۷۰، ۶۴۷۱

صحيح البخاري	براه راست	کتاب الرقاق، بابان ۱۹ و ۲۰
فتح الباري – ابن حجر العسقلاني	براه راست	جلد ۱۱ – شرح الترجمة و الأحاديث ۶۴۶۹-۶۴۷۱
عمدة القاري – بدر الدين العيني	براه راست	جلد ۲۳ – شرح الترجمة و الأحاديث
كشف الباري – مولانا سليم الله خان	براه راست	جلد ۲۲ – باب ۲۰، أقسام الصبر و أقوال السلف
إرشاد الساري – القسطلاني	بحوالہ كشف الباري	۱۳/۴۷۰، ۱۳/۴۷۱ – مطابقة الحديث و أقوال السلف
شرح النووي على صحيح مسلم	بحوالہ عمدة القاري	تقدير ”هو خير“
الزهد – أحمد بن حنبل / ابن المبارك	بحوالہ الشرحين	تخریج اثر عمر رضي الله عنه
سنن ابن ماجه	بحوالہ الشرحين	حديث عائشة في ”الذين يؤتون ما آتوا“

اصول تحقيق: کسی شارح کی طرف وہی قول منسوب کیا گیا ہے جو اس کی کتاب میں پایا گیا۔ جو اقوال بالواسطہ نقل ہوئے، ان پر ”بحوالہ“ کی صراحت کر دی گئی ہے۔

باب ۲۱

بَابُ ﴿وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾

باب: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے، وہ اسے کافی ہے

حدیث ۶۴۷۲ – حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

ترجمة الباب – حقیقتِ توکل

امام بخاری نے آیت ہی کو عنوان بنایا (سورة الطلاق، ۳: ۶۵)

ابن حجر: امام بخاری نے آیت کے الفاظ کو ترجمہ الباب بنایا کیونکہ اس میں توکل کی ترغیب ہے۔ اور گویا انہوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ پچھلے باب کی حدیث میں جو بات مطلق تھی، اسے مقید کیا جائے: یعنی استعناء، تضر اور تعفف تینوں اُسی وقت نفع دیتے ہیں جب اللہ پر توکل کے ساتھ ہوں۔

اصل لفظ

توکل کی اصل ”الْوَكُول“ ہے۔ کہا جاتا ہے: وَكَلْتُ أَمْرِي إِلَى فُلَانٍ – یعنی میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا اور اسی پر اعتماد کیا۔

توکل کیا نہیں ہے

ابن حجر: مراد یہ نہیں کہ اسباب ترک کر دیے جائیں اور مخلوق کی طرف سے آنے والی چیز پر اعتماد ہو۔ کیونکہ یہ توکل کی ضد کی طرف لے جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ایک شخص گھریا مسجد میں بیٹھ جائے اور کہے کہ میں کوئی کام نہ کروں گا یہاں تک کہ میرا رزق خود آجائے؟ فرمایا: ”هَذَا رَجُلٌ جَبِلَ الْعِلْمُ“۔ یہ شخص علم سے ناواقف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُحْمِي“، اور فرمایا: ”لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الْطَيْرَ، تَقْدُوا خِمَاصًا وَتَرَوْحُ بِطَائًا“۔ تو خود ذکر فرمایا کہ پرندے رزق کی تلاش میں سبک نکلتے اور شام لوٹتے ہیں۔ اور صحابہ کرام تجارت کرتے اور اپنے گھجور کے باغوں میں کام کرتے تھے، اور اقتدا انہی کی ہے۔

اثرِ ربیع بن خثیم اور حدیثِ باب

امام بخاری کا ذکر کردہ اثر اور حدیث ۶۴۷۲

وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ خَثِيمٍ: «مِنْ كُلِّ مَا ضَاقَ عَلَى النَّاسِ» — یعنی: جو اللہ پر توکل کرے، وہ اسے ہر اُس تنگی سے کافی ہے جو لوگوں پر تنگ ہو۔

ابن حجر: اسے طبرانی اور ابن ابی حاتم نے ربیع بن منذر الثوری عن اُبیہ عن الربیع بن خثیم کے طریق سے موصولاً روایت کیا؛ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں سندِ جید کے ساتھ نقل کیا۔

ربیع بن خثیم کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی — اور ابن مسعود ان سے فرمایا کرتے تھے: ”لَوْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَأَجَبَكَ“۔

کرمانی: مطلب یہ ہے کہ توکل کسی ایک معاملے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ ہر اُس معاملے میں جاری ہے جو لوگوں پر تنگ ہو جائے۔

توسیعِ معنی (کرمانی)

حدیث ۶۴۷۲ – ستر ہزار بغیر حساب

راوی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

«يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ: هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ»

”میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، بدشگونی نہیں لیتے، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

لَا يَسْتَرْقُونَ

یعنی رقیہ (جھاڑ پھونک) کا مطالبہ نہیں کرتے۔ رقیہ وہ دم ہے جس سے بخار، مرگی وغیرہ آفات میں مبتلا شخص کو دم کیا جاتا ہے۔

لَا يَتَطَيَّرُونَ

یعنی پرندوں سے یا اس جیسی چیزوں سے بدشگونی نہیں لیتے، جیسا کہ اسلام سے پہلے ان کی عادت تھی۔ عینی: طیرہ وہ ہے جو شریں ہو، اور فآل وہ جو خیر میں ہو۔

تخریج: ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس باب کی پہلی حدیث پر کلام کتاب الجہاد میں گزر چکا، اور دوسری کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا اور دونوں نے اسے صحیح کہا۔ عینی: بخاری نے اسے کتاب الطب میں مفصل اور احادیث الانبیاء میں مختصر روایت کیا ہے۔

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۷۲۔ فتح الباری وعمدة القاری، شرح حدیث ۶۴۷۲

ایک اہم اشکال – رقیہ کی ممانعت یا اجازت؟

عمدة القاری کا وجہ جمع

جواز کی احادیث

«اشْتَرَوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظَرَةَ» – ”اس کے لیے دم کرانے والا تلاش کرو، اسے نظر لگ گئی ہے۔“

ممانعت کی حدیث

«لَا يَشْتَرُونَ» – یہی حدیث باب، جس میں ستر ہزار کی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ دم نہیں کراتے۔

وجہ جمع (یعنی): ممانعت اُس رقیہ کی ہے جو غیر عربی زبان میں ہو، یا جس میں اللہ کے اسماء و صفات اور اس کی نازل کردہ کتابوں کا کلام نہ ہو؛ اور اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ رقیہ بذاتِ خود لازماً نفع دینے والا ہے۔ اور جس رقیہ کا حکم دیا گیا وہ ہے جو قرآن کی قواعد اور اس جیسی چیزوں کے ساتھ ہو۔

تزییتی نکتہ: نہی کا رخ اسبابِ ظاہری کی طرف نہیں بلکہ دل کے تعلق کی طرف ہے۔ جو دل سبب کو مؤثر حقیقی سمجھ لے، وہ توکل سے نکل جاتا ہے۔

باب ۲۲

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ قِيلَ وَقَالَ

باب: قیل و قال کی وہ صورتیں جو ناپسندیدہ ہیں

حدیث ۶۴۷۳ – حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بروایت و زاد

ترجمۃ الباب – ”قِيلَ وَقَالَ“ کی صرفی تحقیق

عمدة القاری اور فتح الباری

یعنی: ”قِيلَ“ اور ”قَالَ“ دونوں فعل ماضی ہیں؛ پہلا مجہول ہے، اس کی اصل ”قَوْلٌ“ تھی، واو کی حرکت قاف کو منتقل کی گئی، پھر واو ساکن ہوئی اور ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دی گئی۔ اور اس سے مراد لوگوں کی باتوں کی نقل ہے: ”فلاں نے یوں کہا، فلاں کے بارے میں یوں کہا گیا۔“

اگر تین کے ساتھ پڑھا جائے

تو دونوں مصدر ہوں گے – قَالَ قَوْلًا وَقِيلًا وَقَالَ؛ اور مراد یہ ہوگی کہ بے فائدہ کلام کی کثرت سے منع کیا گیا۔

ابن دقیق العید

زیادہ مشہور دونوں میں لام کا فتح ہے، بطور حکایت – اور معنی کا تقاضا بھی یہی ہے؛ کیونکہ اگر دونوں اسم ہوں تو ہم معنی ہو جائیں گے اور ایک کا دوسرے پر عطف بے فائدہ ہوگا، برخلاف اس کے کہ دونوں فعل ہوں۔

المحب الطبری

اگر دونوں اسم ہوں تو دوسرا پہلے کی تاکید ہوگا۔

ابن حجر کا باریک نکتہ: ترجمۃ الباب میں لفظ ”مَا يَكْرَهُ مِنْ“ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر قیل و قال مکروہ نہیں – کیونکہ اس کے عموم میں وہ بھی داخل ہے جو محض خبر ہو، اور وہ مکروہ نہیں۔

حدیث ۶۴۷۳ – نماز کے بعد کا ذکر اور تین ممنوعات

راوی: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْجَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» ... وَكَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ، وَمَنْعِ وَهَاتِ، وَعُقُوقِ الْأُمّهَاتِ، وَوَادِ الْبَنَاتِ

سبب روایت: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ بھیجیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ تو انہوں نے یہ حدیث لکھ کر بھیجی۔ لکھنے والے ان کے کاتب و راد تھے۔

سند کی خصوصیت

ہشیم فرماتے ہیں: ”أَخْبَرَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُغِيرَةُ وَفُلَانٌ وَرَجُلٌ ثَالِثٌ“ – ایک راوی کا نام مبہم ہے۔

کہا گیا کہ وہ داود بن ابی ہند ہو سکتے ہیں – ابن حبان نے انہی کے طریق سے روایت کیا؛ یا زکریا بن ابی زائدہ یا اسماعیل بن ابی خالد، کیونکہ طبرانی نے ان طرق سے شعبی سے روایت کیا ہے۔

تعیین ”رجل ثالث“ (عینی)

مکررات

عینی: یہ حدیث کتاب الصلاة، الاعتصام، القدر اور الدعوات میں مختلف اسانید سے گزر چکی ہے۔

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۷۳۔ عمدۃ القاری ۲۳، شرح حدیث ۶۴۷۳۔ فتح الباری

”كَثْرَةُ السُّؤَالِ“ کی تفسیر میں اقوال

فتح الباری، میں مذکور حار توجہات

۱. طلب میں الحاح

سوال میں اصرار کرنا، اور اُس چیز کے بارے میں پوچھنا جو سائل کے کام کی نہیں۔

۲. وہ مسائل جن پر آیت اتری

﴿لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ بُدِّ لَكُمْ تَسْؤُكُمْ﴾ (المائدة ۱۰۱: ۵)۔ یعنی ایسے سوالات جن کا جواب تکلیف کا باعث بنے۔

۳. مسائل کی کثرت تفریع

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے: ”وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ هَذَا الَّذِي أَنْتُمْ فِيهِ مِنْ تَفْرِيعِ الْمَسَائِلِ“۔ اور اسی لیے سلف کی ایک جماعت نے اُن مسائل کے بارے میں سوال کو ناپسند کیا جو ابھی پیش ہی نہ آئے ہوں۔

۴. مال کا سوال

بعض نے اسی کو راجح کہا، کیونکہ اس کے بعد ”وَإِضَاعَةُ الْمَالِ“ کا ذکر ہے۔ تو مناسبت اسی سے بنتی ہے۔

ابن حجر کا رد: جس نے اسے ”لوگوں سے ان کے احوال اور ان کے پاس موجود مال کے بارے میں کثرتِ سوال“ سے تفسیر کیا، یہ بعید ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی ”نَسِيَ عَنْ قِيلَ وَقَالَ“ میں داخل

ہے۔

باقی ممنوعات کی مختصر تشریح

عمدة القاری کی عبارت

كَثْرَةُ السُّؤَالِ

اُن مسائل میں جن کی حاجت نہ ہو، یا مال کے بارے میں، یا لوگوں کے احوال کے بارے میں۔

إِضَاعَةُ الْمَالِ

مال کو اس کے محل اور اس کے حق کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔

مَنْعٌ وَهَاتِ

اللہ نے تم پر حرام کیا کہ جو تمہارے ذمے دینا ہے اسے روکو، اور جو تمہارے لینے کا حق نہیں اسے طلب کرو۔

وَأْدُ الْبَنَاتِ

بیٹی کو زندہ دفن کر دینا؛ زمانہ جاہلیت میں ان کا یہ عمل تھا کہ جب کسی فقیر کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو وہ اسے مٹی میں چھپا دیتا۔

ربط باب: امام بخاری نے پورا متن نقل کیا مگر ترجمہ الباب صرف ”قیل وقال“ سے قائم کیا۔ یہ ان کے اس اسلوب کی مثال ہے کہ حدیث کے بعض مدلول کو ترجمہ بنایا جائے، جبکہ باقی اجزاء دیگر ابواب میں زیر بحث آتے ہیں۔

تزیتی نکات اور عصری تطبیق – بابان ۲۱ و ۲۲

توکل اور زبان کی حفاظت
تزیتی نکات

عصر حاضر میں تطبیق

× رزق کی فکر میں مسلسل بے چینی
✓ محنت کے ساتھ دل کا اللہ پر جمنا

× توہم اور بدشگونی
✓ فال خیر اور حسن ظن

× بلا تحقیق پیغام آگے بھیجنا
✓ تصدیق، پھر خاموشی یا نقل

× فرضی اور بے فائدہ مسائل میں الجھنا
✓ پیش آمدہ مسئلے کا حل تلاش کرنا

× دکھاوے اور اسراف پر خرچ
✓ مال کو اس کے صحیح محل پر خرچ کرنا

• توکل اسباب کے ترک کا نام نہیں، دل کے تعلق کا نام ہے

• استغناء اور صبر تبھی نفع دیتے ہیں جب توکل ساتھ ہو

• سبب کو مؤثر حقیقی سمجھنا توکل کے منافی ہے

• ہر بات نقل کرنا زبان کی آفت ہے

• سوال کا مقصد سمجھنا ہو، تکلف نہیں

• مال اللہ کی امانت ہے، اس کا محل متعین ہے

المصادر والمراجع – حصہ سوم

ابواب ۲۱ اور ۲۲ – احادیث ۶۴۷۲، ۶۴۷۳

صحيح البخاري	براهِ راست	کتاب الرقاق، بابان ۲۱ و ۲۲
فتح الباري – ابن حجر العسقلاني	براهِ راست	جلد ۱۱ – شرح الترمذین و الحدیث
عمدة القاري – بدر الدين العيني	براهِ راست	جلد ۲۳ – شرح الترمذین و الحدیث
الإمام أحمد بن حنبل	بحوالہ الشرحین	جوابہ فی حقیقۃ التوکل . کتاب الزہد
ابن دقيق العيد . المحب الطبري	بحوالہ الشرحین	ضبط ”قیل وقال“
الکرماني	بحوالہ عمدة القاري	عموم التوکل فی کل ماضاق
الإمام مالک	بحوالہ فتح الباري	قولہ فی تفریع المسائل
الطبراني . ابن أبي حاتم . ابن جبان . الترمذی . الحاكم	بحوالہ الشرحین	تخریجات

جن شروح تک براہِ راست رسائی نہ ہو سکی، ان کی طرف کوئی قول براہِ راست منسوب نہیں کیا گیا۔

باب ۲۳

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ

باب: زبان کی حفاظت

احادیث ۶۴۷۴، ۶۴۷۶، ۶۴۷۷، ۶۴۷۸

ترجمة الباب اور آیت کریمہ

ابام بخاری نے ترجمہ کے ساتھ آیت اور حدیث دونوں ذکر کئے۔

ابن حجر: ”حفظ لسان“ سے مراد ہے زبان کو ایسی بات سے روکنا جو شرعاً روا نہ ہو یا جس کی متکلم کو حاجت ہی نہ ہو۔ عینی: یعنی زبان کو اُس کلام سے بچانا جو شریعت میں جائز نہیں۔

{مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ}

”وہ کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔“
سورة ق ۱۸: ۵۰

الْعَتِيد

الحاضر المہیا – حاضر اور تیار رہنے والا

الرَّقِيب

الحافظ – نگہبان و محافظ

ایک نکتہ: ابن حجر نے ذکر کیا کہ ابو الشیخ نے ”کتاب الثواب“ میں اور بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: «أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ حِفْظُ اللِّسَانِ» – اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل زبان کی حفاظت ہے۔

ایک اختلاف – فرشتے کیا لکھتے ہیں؟



آیت ق کی تفسیر میں اقوال

الحسن و قتادة

دونوں فرشتے ہر چیز لکھتے ہیں – خیر ہو یا شر، مباح ہو یا لغو۔

عکرمہ

صرف خیر اور شر لکھتے ہیں؛ اس کے علاوہ نہیں۔

مؤید قول اول

ابو صالح کی تفسیر ﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ﴾ (الرعد ۳۹: ۱۳) میں: فرشتے ہر وہ بات لکھتے ہیں جو انسان بولتا ہے، پھر اللہ اس میں سے وہ باقی رکھتا ہے جو اس کے حق میں یا اس کے خلاف ہو، اور باقی مٹا دیتا ہے۔

ابن حجر کی نقد: ”قلت: هذا لو ثبت كان نصافي ذلك، ولكنه من رواية الكلبى وهو ضعيف جداً“ – یعنی اگر یہ تفسیر ثابت ہو جاتی تو مسئلے میں نص ہوتی، مگر یہ کلبی کی روایت ہے اور وہ سخت ضعیف ہے۔

ترہیتی سبق: محدثین کسی قول کو محض موافق مطلب ہونے کی بنا پر قبول نہیں کرتے، بلکہ سند دیکھتے ہیں۔ یہی منہج نقد ہے۔

فضائل صمت میں وارد احادیث

ابن حجر نے ترجمۃ الباب کے تحت جمع کیں

«أَخَوْفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكَ» وَأَخَذَ بِلسَانِهِ

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ .ترمذی - حسن صحیح

«الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»

کتاب الایمان میں گزر چکی

«أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ» — سوال تھا: نجات کیا ہے؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ .ترمذی - حسن

«وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ السِّنَتِهِمْ»

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ .احمد، ترمذی (صحیح)، نسائی، ابن ماجہ

«عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّمْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ»

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ .احمد، طبرانی، ابن جبان، حاکم (صحاح)

«مَنْ صَمَتَ نَجَا»

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما .ترمذی - رواۃ ثقات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں طبرانی کا اضافہ: «ثُمَّ إِنَّكَ لَنْ تَزَالَ سَلَامًا مَا سَكَتَ، فَإِذَا تَكَلَّمْتَ كُتِبَ عَلَيْكَ أَوْ لَكَ» — جب تک خاموش ہو، سلامت ہو؛ جب بولے تو تیرے حق میں یا خلاف لکھا جاتا ہے۔

حدیث ۶۴۷۴ – دو چیزوں کی ضمانت

راوی: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ

«مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ»

”جو مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ

اس سے مراد شرمگاہ ہے۔

اللَّحْيَانِ

منہ کے دونوں جانب کی ہڈیاں؛ ان کے درمیان سے مراد زبان ہے اور جو کچھ اس سے نطق میں آتا ہے۔

ضمان کا اطلاق

عینی: یہاں ضمان کا اطلاق مجازاً ہے، کیونکہ مراد لازم ضمان ہے یعنی اُس حق کی ادائیگی جو اس کے ذمے ہے۔

أَضْمَنْ لَهُ

جزم کے ساتھ ہے کیونکہ یہ جواب شرط ہے۔ خلیفہ کی روایت میں ”تَوَكَّلْتُ لَهُ بِالْجَنَّةِ“ اور حسن کی روایت میں ”تَكَلَّفْتُ لَهُ“ ہے۔

تخریج: بخاری نے کتاب المحاربین میں خلیفہ بن خیاط سے بھی روایت کیا؛ ترمذی نے کتاب الزہد میں نقل کر کے ”حسن صحیح غریب“ کہا۔
مراجع: صحیح البخاری ۶۴۷۴، فتح الباری وعمدة القاری، شرح حدیث ۶۴۷۴

اختلاف – ”مَابَيْنَ اللَّحْيَيْنِ“ سے کیا مراد ہے؟

اقوال شارحین اور ابن حجر کا فیصلہ

الداودی کا قول: اس سے مراد ”منہ“ ہے۔ تو یہ اقوال، کھانا، پینا اور وہ سب افعال شامل کر لے گا جو منہ سے صادر ہوتے ہیں۔ اور جو ان سب سے بچ گیا وہ تمام شر سے محفوظ ہو گیا، کیونکہ باقی صرف کان اور آنکھ رہ جاتے ہیں۔

ابن حجر کا رد: ”كَذًا قَالُ، وَخَفِيَ عَلَيْهِ أَنَّهُ بَقِيَ الْبَطْشُ بِالْيَدَيْنِ“۔ انہوں نے یہ کہا مگر ان سے یہ مخفی رہا کہ ہاتھوں سے پکڑنا اور مارنا بھی باقی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حدیث کو اس پر محمول کیا جائے کہ زبان سے نطق ہر مطلوب کے حصول میں اصل ہے۔ پس جب آدمی زبان سے صرف خیر ہی میں بولے تو سلامت رہا۔

ابن بطل: حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں انسان پر سب سے بڑی آزمائش اس کی زبان اور اس کی شرمگاہ ہے۔ پس جو ان دونوں کے شر سے بچا، وہ سب سے بڑے شر سے بچ گیا۔

راج: ابن حجر کا قول – کیونکہ حدیث میں تخصیص زبان اور فرج کی ہے، اور یہی دونوں اکثر گناہوں کا دروازہ ہیں۔

مراجع: فتح الباری، شرح حدیث ۰۶۴۷۴ الداودی و ابن بطل (بحوالہ فتح الباری)

حدیث ۶۴۷۶ – ضیافت اور کلام کا ادب

راوی: حضرت ابو شریح غزالی رضی اللہ عنہ

«الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، جَائِزَتُهُ» قِيلَ: وَمَا جَائِزَتُهُ؟ قَالَ: «يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ»

”مہمان نوازی تین دن ہے، اور اس کا جائزہ...“ پوچھا گیا: جائزہ کیا ہے؟ فرمایا: ”ایک دن اور ایک رات۔ اور جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے؛ اور جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“

مطابقتِ ترجمہ

عینی: مطابقت حدیث کے آخری جزو سے ہے۔ ”فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ“۔

نصب کے ساتھ ہو تو معنی: اس کا جائزہ دو۔ اگر رفع ثابت ہو تو تقدیر: ”المتوجہ علیکم جائزۃ“۔ اور ”یوم و لیلہ“ اس کی خبر ہے، جس میں مضاف مقدر ہے یعنی ”زمانِ جائزۃ“۔

نحوی بحث – ”جائزۃ“

ایمان کا ذکر کیوں؟

عینی: اللہ اور یومِ آخر کا ذکر مبداء و معاد کی طرف اشارہ ہے؛ اور تین امور کی تخصیص شخص کے قول و فعل دونوں کے لحاظ سے ہے۔ پہلا تخلیہ (زینت) اور دوسرا تخلیہ (صفائی)۔

حدیث ۶۴۷۷ – ایک بے سوچے لفظ کا انجام

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

«إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَّبِعُنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ»

”بندہ ایک ایسا کلمہ بولتا ہے جس میں وہ غور نہیں کرتا، اور اسی کی وجہ سے وہ دوزخ میں اُس فاصلے سے بھی دور جا گرتا ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔“

الْكَلِمَةِ

وہ کلام جو خیر یا شر کا مفہوم رکھتا ہو، خواہ طویل ہو یا مختصر۔ جیسے ”کلمۃ الشہادۃ“ کہا جاتا ہے اور پورے قصیدے کو ”فلاں کا کلمہ“۔

مَا يَتَّبِعُنُ فِيهَا

ابن حجر: یعنی اس کے معنی کو طلب نہیں کرتا، فکر سے اسے متعین نہیں کرتا اور غور نہیں کرتا۔ تاکہ صرف اُسی وقت کہے جب مصلحت ظاہر ہو۔ عینی: یعنی اس میں تدبر نہیں کرتا اور اس کی قباحت اور نتائج پر نہیں سوچتا۔

روایات کا فرق

مسلم کے ہاں دروردی کی روایت میں ”مَا يَتَّبِعُنُ مَا فِيهَا“ ہے اور یہی زیادہ واضح ہے؛ کشمیری کی روایت میں ”مَا يَتَّبِعُنُ بِهَا“ ہے۔

يَزِلُّ بِهَا

یاء کے فتح اور زاء کے کسرہ کے ساتھ۔ یعنی گر پڑتا ہے؛ عینی: یہ جہنم میں داخلے سے کنایہ ہے۔

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۷۷، فتح الباری وعمدة القاری، شرح حدیث ۶۴۷۷

”أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ“ پر بحث



نحوی اشکال اور اس کے جوابات

اشکال: لفظ ”بین“ کا تقاضا ہے کہ وہ متعدد پر داخل ہو، جبکہ یہاں صرف ”المشرق“ مذکور ہے۔

مشرق معنًا متعدد ہے، کیونکہ گرمی کا مشرق سردی کے مشرق سے مختلف ہے، اور دونوں کے درمیان بڑا فاصلہ ہے۔ عینی نے اسے فلک کے نصف کرے کے برابر کہا۔
کرمانی – پہلا جواب

دو متقابل میں سے ایک پر الکفا کیا گیا، جیسے ﴿سَرَّائِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ﴾ (النحل ۸۱: ۱۶)۔ یعنی سردی کا ذکر نہیں کیا گیا۔
کرمانی – دوسرا جواب

ابن حجر: مسلم اور اسماعیلی کے ہاں بکر بن مضر کی روایت میں صراحت کے ساتھ ”أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“ آیا ہے۔
روایات سے حل

وہ کلمہ کون سا ہے؟ ابن عبد البر: یہ وہ کلمہ ہے جو کوئی ظالم بادشاہ کے پاس کہے۔ ابن بطلان نے اضافہ کیا: ظلم کے ساتھ، یا کسی مسلمان کے خلاف چغلی کے طور پر۔ جو اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے، خواہ کہنے والے کی نیت یہ نہ ہو۔

حدیث ۶۴۷۸ – دو کلمے، دو انجام

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

«إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَلًّا وَلَا يَرْفَعُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَلًّا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ»

”بندہ اللہ کی رضامندی کا ایک کلمہ بولتا ہے، اسے اس کی پروا بھی نہیں ہوتی، اور اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے؛ اور بندہ اللہ کی ناراضی کا ایک کلمہ بولتا ہے، اسے اس کی پروا بھی نہیں ہوتی، اور وہ اسی کی وجہ سے جہنم میں جا گرتا ہے۔“

مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ

یعنی اُن باتوں میں سے جن سے اللہ راضی ہوتا ہے

يَرْفَعُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ

مِنْ سَخَطِ اللَّهِ

یعنی اُن باتوں میں سے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے

يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ

لغوی نکتہ: ”لَا يُلْقِي لَهَا بَلًّا“ – یاء کے ضم کے ساتھ إلقاء سے ہے، یعنی اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اسی میں حدیث کی اصل تنبیہ ہے: خطرہ اُس بات میں ہے جسے بولنے والا معمولی سمجھتا ہے۔

اسناد میں تین تابعین متوالی ہیں: عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار عن أبیہ عن أبی صالح ذکوان الزیات۔ (عمدة القاری)

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۷۸، عمدة القاری ۲۳، شرح حدیث ۶۴۷۸

ترہیتی نکات اور عصری تطبیق – باب حفظ اللسان

زبان کی حفاظت کا عملی پہلو

ترہیتی نکات

عصر حاضر میں تطبیق

× بغیر سوچے تبصرہ یا کمنٹ
✓ لکھنے سے پہلے پڑھ کر غور کرنا

× گروپ میں طنز اور مذاق
✓ جو سامنے نہ کہہ سکیں، لکھیں بھی نہیں

× کسی کے خلاف بات آگے پہنچانا
✓ بات کو اپنے پاس روک لینا

× بحث میں جیتنے کی خواہش
✓ خاموشی یا نرم جواب

× ”یہ تو معمولی بات ہے“ کہہ کر پروا نہ کرنا
✓ لَا يُلْقِي لَنَا بَالًا – یہی خطرہ ہے

• زبان اور شرمگاہ – دو سب سے بڑی آزمائشیں

• ہر لفظ لکھا جا رہا ہے

• بولنے سے پہلے سوچنا حدیث کا مطلوب ہے

• معمولی سمجھی جانے والی بات ہی خطرناک ہوتی ہے

• خاموشی بذاتِ خود ایک عبادت ہے

• اچھی بات کہو، ورنہ خاموش رہو

المصادر والمراجع – حصہ چہارم

باب ۲۳ – احادیث ۶۴۷۴، ۶۴۷۶، ۶۴۷۷، ۶۴۷۸

براہ راست	کتاب الرقاق، باب ۲۳ – حفظ اللسان	صحیح البخاری
براہ راست	جلد ۱۱ – شرح الترجمة و الأحادیث	فتح الباری – ابن حجر العسقلانی
براہ راست	جلد ۲۳ – شرح الترجمة و الأحادیث	عمدة القاری – بدر الدین العینی
بحوالہ فتح الباری	تفسیر ”ما بین اللہین“	الداودی • ابن بطل
بحوالہ الشرحین	توجیه ”أبعد ما بین المشرق“	الکرمانی
بحوالہ فتح الباری	تعیین الكلمة الموجبة للنار	ابن عبد البر
بحوالہ فتح الباری	أحادیث فضل الصمت و تخریجاتها	الترمذی • أحمد • النسائی • ابن ماجہ • ابن حبان • الحاکم • الطبرانی
بحوالہ فتح الباری	حدیث ”أحب الأعمال إلى الله حفظ اللسان“	أبو الشیخ (کتاب الثواب) • البیهقی (شعب الایمان)

جن شروح تک براہ راست رسائی نہ ہو سکی، ان کی طرف کوئی قول براہ راست منسوب نہیں کیا گیا۔

باب ۲۴

بَابُ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب: اللہ کے خوف سے رونا

حدیث ۶۴۷۹ – حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ: ... رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ»

”سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ اپنے سائے میں جگہ دے گا: ... اور وہ شخص جس نے اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔“

ابن حجر: انہوں نے اس باب میں حدیث سب سے زیادہ کا صرف ایک طرف (ٹکڑا) ذکر کیا۔ ”رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ فَقَاصَتْ عَيْنَاهُ“۔ اور اسی پر اکتفا کیا۔ پوری حدیث اپنی شرح کے ساتھ ابواب مساجد میں گزر چکی ہے۔

وہاں الفاظ میں ”ذکر اللہ خالیاً“ (تہائی میں) کا اضافہ ہے، جبکہ یہاں یہ لفظ نہیں آیا۔ البتہ ابن خزیمہ کی روایت میں۔ بواسطہ محمد بن بشار، جو یہاں بخاری کے نسخہ ہیں۔ یہ لفظ ثابت ہے۔

عینی: یہ ایک مکمل حدیث کا ٹکڑا ہے جو کتاب الزکاة میں مسدود سے اور کتاب الصلاة (ابواب مساجد) میں محمد بن بشار سے گزر چکا ہے۔

تنبیہ: عینی نے بکاء کے باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت بھی نقل کی ہے («ابگو اِذَا نَ لَمْ یَبْکُوا فَبْکُوا»)، جس کی سند میں یزید الرقاشی ہیں۔ طلبہ کو چاہیے کہ اس کی تخریج اور حکم کی تحقیق کریں، اور مراجع: صحیح البخاری، ج ۱، ص ۶۷۹، حدیث ۶۴۷۹

باب ۲۵

بَابُ الْخَوْفِ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب: اللہ سے ڈرنا

حدیث ۶۴۸۰ – حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

ترجمہ الباب – خوف کی حقیقت اور اس کے دلائل

ابن حجر: ”هُوَ مِنَ الْمَقَامَاتِ الْعَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنَ لَوَازِمِ الْإِيمَانِ“

{وَخَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ}.

آل عمران ۳:۱۷۵ – خوف کو ایمان کی شرط کے ساتھ ذکر کیا گیا

{فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاحْشَوْنَ}.

المائدة ۵:۴۴ – لوگوں کے بجائے اللہ کا خوف

{إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ}.

فاطر ۳۵:۲۸ – خشیت کا تعلق علم سے

{يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ}.

النحل ۱۶:۵۰ – فرشتوں کی صفت

{الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ}.

الاعزاب ۳۳:۳۹ – انبیاء کی صفت

ابن حجر: بندہ جتنا اپنے رب کے قریب ہوتا ہے، اس کی خشیت اتنی ہی شدید ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: «أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّكُمْ لَهُ حَشِيَّةً»۔

مراجع: فتح الباری وعمدة القاری، شرح الترجمة، باب ۲۵

مقربین کا خوف زیادہ کیوں ہوتا ہے؟

فتح الباری کی تحقیق

مطالبے کی سطح

کیونکہ ان سے وہ مطالبہ کیا جاتا ہے جو دوسروں سے نہیں کیا جاتا۔ پس وہ اُس مرتبے کی رعایت کرتے ہیں۔

شکر کا تقاضا

اللہ کا حق یہ ہے کہ اس مرتبے پر شکر ادا کیا جائے۔ اور مرتبہ جتنا بلند ہو، شکر کا تقاضا اتنا ہی بڑھ جاتا ہے۔

مستقیم بندے کا خوف

اگر بندہ استقامت پر ہے تو اس کا خوف انجام کی خرابی سے ہوتا ہے۔

تربیتی نکتہ: خوف کا معیار گناہ کی مقدار نہیں بلکہ اللہ کی معرفت ہے۔ اسی لیے سب سے زیادہ جاننے والے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں، اور یہی ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ کا مفہوم ہے۔

مراجع: فتح الباری، شرح الترجمة، باب ۲۵

حدیث ۶۴۸۰ – سمندر میں بکھیر دینے کی وصیت

راوی: حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

«كَانَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُسِيءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهِ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِذَا أَنَا مِتُّ فَخَذُونِي فَذَرُونِي فِي الْبَحْرِ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ. فَفَعَلُوا بِهِ، فَجَمَعَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى الَّذِي صَنَعْتَ؟ قَالَ: مَا حَمَلَنِي عَلَيْهِ إِلَّا مَخَافَتُكَ. فَغَفَرَ لَهُ»

”تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جو اپنے عمل کے بارے میں یدگمان تھا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے لے جانا اور کسی سخت گرم دن میں سمندر میں بکھیر دینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اللہ نے اسے جمع کیا، پھر فرمایا: تجھے اس پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: تیرے خوف کے سوا کسی چیز نے نہیں۔ تو اللہ نے اسے بخش دیا۔“

یعنی: جریر بن عبد الحمید، منصور بن المعتمر، ربیع بن حراش، حذیفہ بن الیمان – اور سند کے سب رجال کو فی ہیں۔
راویانِ سند

یہ حدیث ”ذکر بنی اسرائیل“ میں گزر چکی ہے، اور نسائی نے اسے کتاب الجنائز میں روایت کیا۔ وہاں حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے سماع کی تصریح بھی موجود ہے۔
مکررات و تخریج

ابن حجر: صحیح ابی عوانہ میں والاں العبدی کے طریق سے یہ قصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ مگر جس طرح اس کی سند کا شذوذ ظاہر ہے، اسی طرح تن کے اعتبار سے بھی اس کا شذوذ واضح ہو جاتا ہے۔
ایک شاذ روایت

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۸۰۔ فتح الباری وعمدة القاری، شرح حدیث ۶۴۸۰

لغوی و روایاتی تحقیق – حدیث ۶۴۸۰

ضبط الفاظ میں شارحین کی بحث

يُسَيِّءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهِ

اپنے عمل کے بارے میں بدگمان تھا۔ ابن حجر: ”ذکر بنی اسرائیل“ میں گزر چکا کہ یہ شخص ”بناش“ (قبریں کھود کر کفن پرانے والا) تھا۔

فَذَرُونِي

تین روایتیں ہیں: تخفیف کے ساتھ بمعنی ”چھوڑ دو“؛ تشدید کے ساتھ بمعنی ”بکھیر دو“۔ یہ ثلاثی مضاعف ہے، کہا جاتا ہے ذَرَّثُ اللَّحْجِ؛ اور اسی سے ”الدَّيْرَةُ“ ہے جو ایک قسم کی خوشبو ہے۔

أَذْرُونِي

ہمزہ قطع اور ذال کے سکون کے ساتھ – أَذَرَتِ الْعَيْنُ دَمْعًا سے؛ اور وصل کے ساتھ ہو تو ذَرَّوْثُ الشَّيْءِ سے، جیسے ﴿تَذَرُوهُ الرِّيحُ﴾ – (ابن التین اور عینی)

فِي يَوْمٍ صَائِفٍ

یعنی سخت گرم دن۔ مروزی اور اصیلی کی روایت میں ”فِي يَوْمٍ حَارٍّ“ (زاع مشد کے ساتھ) ہے۔ یعنی ایسا دن جو شدت حرارت سے بدن کو کاٹ ڈالے۔ ابو ذر عن المستملی و السرخسی اور کریمہ عن الکشمیہنی کے ہاں ”حَارٍّ“ راء کے ساتھ ہے، اور یہی باب کی روایت کے مناسب ہے۔

ایک اور ضبط

بعض نے مروزی کی روایت زاع کے بجائے نون کے ساتھ ذکر کی؛ ابن فارس فرماتے ہیں: ”الحَوْن“ وہ ہوا ہے جو اونٹ کی طرح حنین کرتی ہے۔

مقاماتِ نشر: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ”فِي الْبَحْرِ“ ہے؛ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”فِي الرِّيحِ“ ہے؛ اور کتاب التوحید میں آنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ”وَأَذْرُوا نِصْفَ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَ فِی الْبَحْرِ“۔

متعلقہ روایت – حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

اسی قصے کی مفصل روایت (صحیح البخاری، ۶۴۸۱)

«... فَإِذَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي، حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِي — أَوْ قَالَ: فَاسْهَكُونِي — ثُمَّ إِذَا كَانَ رِيحٌ عَاصِفٌ فَأَذْرُونِي فِيهَا ... فَقَالَ اللَّهُ: كُنْ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ عَبْدِي، مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: مَخَافَتُكَ — أَوْ قَرَقٌ مِنْكَ. فَمَا تَلَا فَا هُ أَنْ رَحِمَهُ اللَّهُ»

”... جب میں مر جاؤں تو مجھے چلا دینا، یہاں تک کہ جب کوندہ ہو جاؤں تو مجھے پس ڈالنا، پھر جب تیز ہوا چلے تو مجھے اس میں بکھیر دینا... تو اللہ نے فرمایا: ہو جا! اور وہ ایک کھڑا ہوا آدمی بن گیا۔ پھر فرمایا: اے میرے بندے! تجھے اس پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: تیرے خوف نے۔ تو اللہ کی رحمت نے فوراً اسے سنبھال لیا۔“

قتادہ کی تفسیر

حدیث میں ہے ”لَمْ يَنْتَهِ عَنْهُ اللَّهُ خَيْرًا“ – قتادہ نے اس کی تفسیر کی: ”لَمْ يَدْعُ“ یعنی اس نے اللہ کے ہاں کوئی خیر ذخیرہ نہ کی۔

روایت سلمان

سلمان التیمی فرماتے ہیں: میں نے یہ حدیث ابو عثمان کو سنائی تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے سنا، مگر انہوں نے یہ اضافہ کیا: ”فَأَذْرُونِي فِي الْبَحْرِ“۔

تخریج (عینی)

یہ حدیث ”ذکر بنی اسرائیل“ میں ابو الولید سے اور کتاب التوحید میں عبد اللہ بن ابی الاسود سے گزر چکی ہے؛ اور مسلم نے کتاب التوبہ میں عبید اللہ بن معاذ وغیرہ سے روایت کی۔

مراجع: صحیح البخاری ۶۴۸۱ فتح الباری وعمدة القاری

سوال: اس شخص نے یہ گمان کیا کہ اگر اسے جلا کر بکھیر دیا جائے تو اللہ اسے دوبارہ جمع نہ کر سکے گا۔ کیا یہ قدرتِ الہی کا انکار نہیں؟

حدیث کی صراحت: نص میں یہ ہے کہ اس نے یہ سب ”مَخَافَتُكَ“ – تیرے خوف – کی بنا پر کیا، اور اللہ نے اسی خوف کی وجہ سے اسے بخش دیا۔ حدیث خود اس کے عمل کا سبب بیان کرتی ہے: خوف، نہ کہ انکارِ قدرت۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پر مواخذہ کے بجائے رحمت فرمائی – ”فَمَا تَلَأَاَهُ أَنْ رَحِمَهُ اللَّهُ“۔

تنبیہ برائے اساتذہ: شارحین نے اس مقام پر تفصیلی بحث کی ہے کہ آیا یہ جہل تھا یا دہشتِ خوف میں کہی گئی بات۔ ہمارے پیش نظر دونوں شرحوں میں اس مقام کی جو عبارت ملی، وہ سببِ فعل کو خوف ہی قرار دیتی ہے۔ اس سے آگے کی تفصیل کے لیے کتاب التوحید کی شرح کی طرف رجوع کیا جائے، جہاں ابن حجر نے اس کا وعدہ کیا ہے۔

منہجی اصول: جس بات پر ہمیں شارح کی صریح عبارت نہ ملے، اسے شارح کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مقامِ تفصیل کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔

تزیتی نکات اور عصری تطبیق – بابان ۲۴ و ۲۵

بکاء اور خوف کا عملی پہلو

تزیتی نکات

- اللہ کے خوف سے بہنے والا آنسو عرش کے سائے کا سبب ہے
- خشیت کا تعلق معرفت سے ہے، جہالت سے نہیں
- خوف رجاء کے بغیر قنوط ہے، اور رجاء خوف کے بغیر غرور
- ایک شخص کو محض خوف نے بخشوا دیا
- اللہ کی رحمت اس کے بندے کے تصور سے وسیع تر ہے
- عمل کے بارے میں خوش فہمی خطرناک ہے

عصر حاضر میں تطبیق

× گناہ کے بعد مکمل مایوسی
✓ توبہ اور رحمت سے امید

× اپنے اعمال پر اطمینان اور عُجب
✓ محاسبہ اور خوفِ خاتمہ

× دین کو محض رسم سمجھنا
✓ دل کی کیفیت کی اصلاح

× رونے کا تصنع اور دکھاوا
✓ تنہائی میں یادِ الہی

× ”میرا عمل ہی کافی ہے“
✓ توفیق اور قبولیت اللہ کے ہاتھ میں ہے

المصادر والمراجع – حصہ پنجم

بابان ۲۴ و ۲۵ – احادیث ۶۴۷۹، ۶۴۸۰ (مع الروایۃ المتعلقۃ ۶۴۸۱)

براہ راست	کتاب الرقاق، بابان ۲۴ و ۲۵	صحیح البخاری
براہ راست	جلد ۱۱ – شرح الترمذین و الأحادیث	فتح الباری – ابن حجر العسقلانی
براہ راست	جلد ۲۳ – شرح الترمذین و الأحادیث	عمدة القاری – بدر الدین العینی
بحوالہ الشرین	ضبط ”فدرونی“ و ”الحون“	ابن التین . ابن فارس
بحوالہ فتح الباری	زیادة ”ذکر اللہ خالیاً“	صحیح ابن خزیمہ
بحوالہ فتح الباری	الروایۃ الشاذة عن أبي بكر رضي الله عنه	صحیح أبي عوانہ
بحوالہ الشرین	تخریج الحدیث	صحیح مسلم (کتاب التوبۃ) . سنن النسائی

جن شروح تک براہ راست رسائی نہ ہو سکی، ان کی طرف کوئی قول براہ راست منسوب نہیں کیا گیا۔

باب ۲۶

بَابُ الْإِنْتِهَاءِ عَنِ الْمَعَاصِي

باب: گناہوں سے باز آجانا

حدیث ۶۴۸۳ – حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حدیث ۶۴۸۳ – آگ اور پروانوں کی تمثیل

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

«إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا — فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيهَا»

”میری اور لوگوں کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی۔ جب اس نے ارد گرد کو روشن کر دیا تو پروانے اور وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں، اس میں گرنے لگے۔ وہ انہیں ہٹاتا رہا مگر وہ اس پر غالب آکر اسی میں کود پڑتے رہے۔ پس میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم اسی میں کودے جا رہے ہو۔“

حاصل تمثیل (ابن حجر): اہل شہوات کا اُن گناہوں میں گرنا جو آگ میں گرنے کا سبب بنتے ہیں، اُسے پروانوں کے اپنی خواہش کے پیچھے آگ میں گرنے سے تشبیہ دی گئی؛ اور آپ ﷺ کا انہیں گناہوں سے ہٹانا، اُس شخص کے پروانوں کو آگ سے ہٹانے سے تشبیہ دیا گیا۔ عیاض: آخرت کی آگ میں اہل معاصی کے گرنے کو دنیا کی آگ میں پروانوں کے گرنے سے تشبیہ دی گئی۔

«فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ» – اس میں استعارہ ہے: امت کو ہلاکت سے بچانے کی حالت کو اُس شخص کی حالت سے تشبیہ دی گئی جو اپنے ساتھی کو کمر سے پکڑ لے جو ہلاکت کے گڑھے میں کرا چاہتا ہو۔

”الفَرَّاش“ سے کیا مراد ہے؟

ایک حقیقی لغوی اختلاف – اقوال اہل لغت و شارحین

الممازری

جزم کے ساتھ کہا کہ اس سے مراد ”الجنادب“ (ٹڈے) ہیں۔

عیاض

الممازری پر تعقب کیا اور کہا: الجندب تو ”الصرار“ ہے۔

ابن قتیبة

(ابن حجر: ”وَأَعْرَبُ ابْنِ قُتَيْبَةَ“) – کہا کہ فراش وہ مجھر ہیں جو آگ میں گرتے ہیں۔

الخلیل

فراش مجھر کی طرح ہے؛ تشبیہ اس لیے دی کہ وہ خود کو آگ میں ڈالتا ہے، نہ اس لیے کہ وہ کانٹے میں مجھر کا شریک ہے۔

ابن سیدہ . الطبري . أبو نصر . الداودي

ابن سیدہ: مجھر جیسے جانور، واحد ”فراشة“۔ طبری: نہ مجھر ہے نہ مکھی۔ ابو نصر: وہ جو اڑ کر چراغ پر گرتا ہے۔ داودی: مجھر سے بڑا پرندہ۔

ابن حجر کا فیصلہ

”وَالْحَقُّ أَنَّ الْفَرَّاشَ اسْمٌ لِتَوَعٍ مِنَ الطَّيْرِ مُسْتَقِيلٌ“ – یہ ایک مستقل قسم کا پرندہ ہے جس کے پر اس کے جسم سے بڑے ہوتے ہیں، اور اس کی انواع چھوٹی بڑی مختلف ہیں۔ دلیل: حدیث میں ”الدَّوَابُّ“ کا فراش پر عطف بتاتا ہے کہ وہ ٹڈے اور جراد سے الگ ہے۔

منہجی نکتہ: ابن حجر نے یہاں اہل لغت کے اقوال نقل کر کے خود ترجیح دی، اور دلیل حدیث ہی کے سیاق سے لی۔ یعنی ”الدَّوَابُّ“ کا عطف۔

لغوی و نحوی نکات – حدیث ۶۴۸۳

ضبط، صرف اور بلاغت

يَنْزِعُهُنَّ

یاء و زاء کے فتح اور عین کے ضمہ کے ساتھ۔ یعنی انہیں ہٹاتا ہے۔ ایک روایت ”يَزْعُمَنَّ“ نون کے بغیر ہے، وَزَعِيْرُغُهُ سے، یعنی روکنا اور باز رکھنا۔ مسلم کے ہاں ہمام کی روایت میں ”يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ“ ہے۔

يَقْتَحِمَنَّ

اقتحام سے۔ یعنی داخل ہونا اور بغیر سوچے کسی چیز پر ٹوٹ پڑنا۔ اصل ”الْقَحْمُ“ ہے: مشکل کاموں میں بلاشبہ اقدام کرنا؛ اور ”اقتحم الدار“ کا معنی ہے اس پر حملہ کر دینا۔

حُجَزِكُمْ

حاء کے ضمہ، جیم کے فتح اور زاء کے ساتھ۔ ”حُجْرَةٌ“ کی جمع، یعنی ازار باندھنے کی جگہ، اور پاجامے میں ازار بند کا مقام۔

فَأَنَا آخِذٌ

نوی: اسم فاعل کے ساتھ بھی روایت ہے اور متکلم کے صیغہ مضارع کے ساتھ بھی۔ ابن حجر: اسم فاعل والی روایت مسلم کی ہے اور صیغہ مضارع والی بخاری میں واقع ہے۔

فاء فصیحہ (الطیبی)

جب فرمایا ”مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ“ تو پھر وہ بات لائے جو زیادہ اہم تھی: ”فَأَنَا آخِذٌ بِحُجْرِكُمْ“۔ اور اسی لطیف نکتے کی بنا پر غیبت (”مثل الناس“) سے خطاب (”بحجرتکم“) کی طرف التفات فرمایا۔

کرمانی کا سوال و جواب: کشمینی کی روایت میں ”وَهُمْ يَقْتَحِمُونَ فِيهَا“ ہے؛ قیاس تو ”وَأَنْتُمْ“ تھا تا کہ ”حُجْرِكُمْ“ کے موافق ہو۔ جواب یہ کہ یہ التفات ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے حجرہ سے پکڑ لیا، وہ اس میں نہیں کرتا۔

تحقیق تشبیہ – الطیبی کا تجزیہ

تمثیل کے اجزاء کی تطبیق

الطیبی: اس حدیث کے تشبیہ کی تحقیق ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ کے معنی جاننے پر موقوف ہے۔ کیونکہ اللہ کی حدود اس کے محارم اور نواہی ہیں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: «أَلَا إِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمَهُ»۔ اور محارم کا سرِ فہرست دنیا کی محبت، اس کی زینت اور اس کی لذتوں و شہوتوں کا پورا حاصل کرنا ہے۔

آگ کی روشنی

اُن بیانات کا مشارق و مغاربِ ارض میں پھیل جانا

آگ جلانے والا

آپ ﷺ۔ جنہوں نے کتاب و سنت کے شافی و کافی بیانات سے حدودِ الہی کو ظاہر فرمایا

حجرہ سے پکڑنا

آپ ﷺ کا انہیں اس سے روکنا

پروانے

وہ لوگ جو اس بیان کی پروا نہ کریں، حدود سے تجاوز کریں اور لذتوں پر حریص ہوں

جامع نکتہ: جس طرح آگ جلانے والے کا مقصد لوگوں کا نفع تھا۔ روشنی اور گرمی۔ مگر پروانوں نے اپنی جہالت سے اسے اپنی ہلاکت کا سبب بنا لیا؛ اسی طرح ان بیانات کا مقصد امت کی ہدایت اور اسبابِ ہلاکت سے بچنا تھا، مگر لوگوں نے اپنی جہالت سے انہی کو اپنی تباہی کا ذریعہ بنا لیا۔

باب ۲۷

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ»

باب: نبی کریم ﷺ کا فرمان – اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں

احادیث ۶۴۸۵ و ۶۴۸۶ – حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما

حدیث ۶۴۸۵ – ”لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا“

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: بروایت سعد بن المسیب

«لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا»

”اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔“

ابن حجر: یہاں علم سے مراد وہ ہے جو اللہ کی عظمت سے، اور نافرمانوں سے اس کے انتقام سے، اور اُن ہولناکیوں سے متعلق ہے جو نزع، موت، قبر اور قیامت میں پیش آئیں گی۔ عینی: وہ ہولناکیاں اور احوال جو نزع کے وقت، برزخ میں اور قیامت کے دن سامنے آنے والے ہیں۔

”مَا أَعْلَمُ“ سے مراد

مقصود

ابن حجر: اس مقام پر کثرتِ بکاء اور قلتِ ضحک کی مناسبت واضح ہے، اور اس سے مراد تحویف ہے۔

ابن حجر: سنید نے اپنی تفسیر میں سندِ واہی کے ساتھ اور طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ ﷺ مسجد کی طرف نکلے تو کچھ لوگ باتیں اور ہنسی کر رہے تھے، تو فرمایا: ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ...“ اور یہی حدیث ذکر فرمائی۔

سبب ورود

بلاغی نکتہ (الکرمانی)

اس میں صنعتِ بدیع ہے: ضحک کا بکاء سے اور قلت کا کثرت سے مقابلہ، اور دونوں کی باہم مطابقت۔

حسن بصری رحمہ اللہ: ”جس نے جان لیا کہ موت اس کا گنج گنج ہے، قیامت اس کا وعدہ گاہ ہے، اور اللہ کے سامنے کھڑا ہونا اس کا مشہد ہے۔ تو اس کا حق یہی ہے کہ دنیا میں اس کا غم طویل ہو۔“

باب ۲۸

بَابُ حُجَبَتِ النَّارِ بِالشَّهَوَاتِ

باب: دوزخ خواہشات سے ڈھانپ دی گئی

حدیث ۶۴۸۷ – حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حدیث ۶۴۸۷ – دو پردے

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: بروایت الأعرج

«حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ»

”دوزخ خواہشات سے ڈھانپ دی گئی ہے، اور جنت ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے۔“

عینی: تمام رواۃ کے ہاں دونوں مقامات پر ”حُجِبَتْ“ ہے، سوائے الفروی کے جنہوں نے دونوں جگہ ”حُفَّتْ“ کہا؛ مسلم کے ہاں ورقاء بن عمر عن ابی الزناد کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے، اور اسی طرح مسلم و ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔ ابن حجر: ابو نعیم کے ہاں ”حُفَّتْ“ ہے یعنی اُن سے ڈھانپ دی گئی۔ پس شہوات آگ میں گرنے کا سبب بنیں۔

ضبط: ”حُجِبَتْ“ یا ”حُفَّتْ“؟

عینی: ”الحفاف“ وہ ہے جو کسی شے کو گھیر لے یہاں تک کہ اس تک اسی کو پھلانگے بغیر پہنچا نہ جاسکے۔ پس جنت تک نہیں پہنچا جاسکتا مگر مکارہ کے پیابان طے کیے بغیر، اور آگ سے نجات نہیں مل سکتی مگر شہوات چھوڑے بغیر۔

معنی ”الحفاف“

عینی: ”وَهَذَا مِنْ جَوَامِعِ كَلِمَةِ عَلَيْهِ سَلَامٌ فِي بَدِيعِ بَلَاغَتِهِ“۔ شہوات کی مذمت میں اگرچہ نفوس ان کی طرف مائل ہوں، اور طاعات پر ابھارنے میں اگرچہ نفوس انہیں ناپسند کریں اور ان پر گراں گزریں۔

بلاغی حیثیت

تخریجی نکتہ (ابن حجر): یہ حدیث موطاً میں نہیں ہے، اور اسماعیلی پر اس کا مخرج تنگ صحیح ہو گیا تو انہوں نے ذیل سے البیہق بن خلف عن البخاری کے طریق سے نکالا؛ ابو نعیم نے دوسرے طریق سے اسماعیل سے، اور دارقطنی نے مزاج: صحیح البخاری ۶۴۸۷، تاریخ البیہق، عمدة القاری، مخرج حدیث ۶۴۸۷، طریق سے روایت کیا۔

تزیتی نکات اور عصری تطبیق – ابواب ۲۶، ۲۷، ۲۸

گناہ، غفلت اور خواہش

تزیتی نکات

- نبی کریم ﷺ کی شفقت: وہ ہمیں کمر سے پکڑ کر روک رہے ہیں
- گناہ کی طرف کھنچاؤ پروانے کی جہالت جیسا ہے
- بیان و انداز موجود ہے؛ کمی ہماری طرف سے ہے
- علم بڑھے تو ہنسی کم اور فکر زیادہ ہوتی ہے
- جنت مکارہ کے پیچھے ہے، دوزخ شہوات کے پیچھے
- لذت کی طرف کھنچنا فطری ہے؛ اسی لیے مجاہدہ مطلوب ہے

عصر حاضر میں تطبیق

× ”سب کرتے ہیں“ کہہ کر گناہ کو معمولی سمجھنا
✓ حدود کو حدود ہی سمجھنا

× فوری لذت کے پیچھے دوڑنا
✓ نتیجے پر نظر رکھنا

× دین کے بیان کو نظر انداز کرنا
✓ سن کر عمل کی طرف بڑھنا

× مسلسل تفریح اور غفلت
✓ کچھ وقت آخرت کی فکر کے لیے

× مشکل عبادت سے گریز
✓ ”حُجَّتِ الْجَنَّةِ بِالْمَكَارِہِ“ کو یاد رکھنا

المصادر والمراجع – حصہ ششم

ابواب ۲۶، ۲۷، ۲۸ – احادیث ۶۴۸۳، ۶۴۸۵، ۶۴۸۷

صحیح البخاری

براہِ راست کتاب الرقاق، أبواب ۲۶-۲۸

فتح الباری – ابن حجر العسقلانی

براہِ راست جلد ۱۱ – شرح التراجم و الأحادیث

عمدة القاری – بدر الدین العینی

براہِ راست جلد ۲۳ – شرح التراجم و الأحادیث

المازری . عیاض . ابن قتیبہ . الخلیل . ابن سیدہ . الطبری . الداودی

بحوالہ الشرحین اقوال فی ”الفراش“

الطیبی

بحوالہ فتح الباری تحقیق التشبیہ و الفاء الفصیحة

النووی . الکرمانی

بحوالہ الشرحین ضبط ”فأنا آخذ“ و الالتفات

الحسن البصری

بحوالہ فتح الباری قوله فی طول الحزن

الإسماعیلی . أبو نعیم . الدارقطنی (الغرائب) . مسلم . الترمذی

بحوالہ الشرحین تحریجات حدیث ۶۴۸۷

جن شروح تک براہِ راست رسائی نہ ہو سکی، ان کی طرف کوئی قول براہِ راست منسوب نہیں کیا گیا۔

باب ۳۶

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

باب: ریا اور شہرت طلبی

حدیث ۶۴۹۹ – حضرت جنڈ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

ریا اور سمعہ – تعریف اور فرق

دونوں شروح کی تحقیق

الرِّیَاءُ

راء کے کسرہ، یاء کی تخفیف اور مد کے ساتھ – ”الرؤیۃ“ سے مشتق ہے۔ مراد یہ ہے کہ عبادت کو لوگوں کے دیکھنے کی غرض سے ظاہر کیا جائے تاکہ وہ اس کے کرنے والے کی تعریف کریں۔

السَّمْعَةُ

سین کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ۔ عینی: اس کا معنی ہے عمل کا چرچا اور تشہیر کرنا تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور سنیں۔ فرق یہ ہے کہ ریا کا تعلق حاسہ بصر سے ہے اور سمعہ کا حاسہ سمع سے۔

ایک صرفی اختلاف: بعض نے کہا کہ ”السمعة“ ”السماع“ سے مشتق ہے۔ عینی نے اس پر گرفت کی: ”قُلْتُ: السَّمْعَةُ اسْمٌ وَالسَّمَاعُ مَصْدَرٌ، وَالْإِسْمُ لَا يُشْتَقُّ مِنَ الْمَصْدَرِ“ – سمعہ اسم ہے اور سماع مصدر، اور اسم مصدر سے مشتق نہیں ہوتا۔

الغزالي

معنی یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں مرتبہ طلب کرنا، اس طرح کہ انہیں اپنی پسندیدہ خصلتیں دکھائے – اور ”المرائی“ وہ عمل کرنے والا ہے۔

ابن عبد السلام

ریا یہ ہے کہ غیر اللہ کے لیے عمل کرے؛ اور سمعہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے عمل چھپائے پھر لوگوں سے اس کا تذکرہ کرے۔

مراجع: فتح الباری و عمدة القاری، شرح الترجمة الغزالی و ابن عبد السلام (بحوالہ فتح الباری)

کشف الباری - ریا کا حکم

علامہ قسطلانی، رحمہ اللہ کی تفصیل، (بحوالہ کشف الباری،)

”وَحُكْمُ الرِّيَاءِ بِغَيْرِ الْعِبَادَاتِ حُكْمُ طَالِبِ الْمَالِ وَالْجَاهِ، وَحُكْمُ مَحْضِ الرِّيَاءِ بِالْعِبَادَةِ إِبْطَالُهَا، وَإِنْ اجْتَمَعَ قَصْدُ الرِّيَاءِ وَقَصْدُ الْعِبَادَةِ أُعْطِيَ الْحُكْمُ لِلْأَقْوَى“
یعنی: عبادات کے علاوہ میں ریا کا حکم مال و جاہ کے طلبگار کا حکم ہے؛ اور خالص ریا کے ساتھ عبادت کا حکم اس کا باطل ہو جانا ہے؛ اور اگر قصدِ ریا اور قصدِ عبادت دونوں جمع ہو جائیں تو حکم اسی کا ہوگا جو زیادہ قوی ہو۔

اگر کوئی اپنی عبادت پر دوسروں کو مطلع کرنے پر اصرار کرے اور غرضِ دنیوی ہو۔ جیسے احترام حاصل کرنا یا اس جیسی کوئی چیز۔ تو یہ مذموم ہے۔
دنیوی غرض سے اظہار

اور اگر غرضِ اخروی ہو۔ جیسے اس بات پر خوشی کہ اللہ نے اس کی خوبی ظاہر فرمائی اور برائی چھپائی، یا اس امید پر کہ لوگ اس کی اقتدا کریں۔ تو یہ ممدوح ہے۔ اور
اسی پر اکابر کا اپنی طاعات بیان کرنا محمول ہے۔
اخروی غرض سے اظہار

”وَلَيْسَ مِنَ الرِّيَاءِ سَرُّ الْمُتَعَصِّیَةِ“۔ گناہ کو چھپانا ریا میں شمار نہیں ہوتا۔
گناہ چھپانا ریا نہیں

اگر عبادت کے دوران ریا کا خیال آجائے اور فراغت سے پہلے زائل ہو جائے تو نقصان وہ نہیں۔ اور جب بندہ اپنے نفس میں قوت پائے تو قربت ظاہر کرے۔ اور
کہا گیا ہے: ”إِعْمَلْ وَلَوْ خَشَتْ غُجْبًا مُسْتَعْفِرًا مِنْهُ“۔ عمل کر، خواہ عجب کا اندیشہ ہو، اور اس سے استغفار کرتا رہ۔
عبادت کے دوران ریا کا خطرہ

مراجع: کشف الباری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة۔ بحوالہ إرشاد الساری ۱۱/۳۹۹

امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک ریا کی پانچ قسمیں

کشف الباری میں منقول۔ بحوالہ إحياء علوم الدين ۳/۲۹۰

امام غزالی رحمہ اللہ ریا کی حقیقت اور اس کی اقسام بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ ریا کار پانچ طرح کی چیزوں میں اظہار، نمود و نمائش کرتا ہے:

۱. بدن میں ریاکاری
لاغری اور زردی ظاہر کرنا تاکہ لوگ خیال کریں کہ یہ دین میں بہت محنت کرتا ہے، دین کا خوف اس پر غالب ہے اور آخرت کا بہت ڈر ہے؛ یا دبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہے یعنی روزے رکھتا ہے، اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیداری کرتا ہے۔

۲. ہیئت اور لباس میں نمود
سر کے بالوں کو پرانہ رکھنا، مونچھوں کو مونڈنا، راہ میں گردن ڈال کر چلنا، آہستہ آہستہ حرکت کرنا، سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا، موٹے کپڑے پہننا، کمبل کی عبا پہننا، دامن کو پنڈلیوں کے قریب تک اونچا رکھنا، کپڑوں کو پھٹا ہوا رکھنا۔ یہ سب اس لیے کہ معلوم ہو کہ یہ شخص تابع سنت اور اللہ کا نیک بندہ ہے۔

۳. قول میں ریاکاری
وعظ و نصیحت، حکمت و دانائی کی باتیں، یا اخبار و آثار کا اس لیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاوروں میں کام آئیں۔ اور سب کے سامنے ریاکاری سے ہونٹ ہلاتے رہنا۔

۴. عمل میں ریاکاری
مثلاً نماز میں ریا کے لیے دیر تک قیام، طویل رکوع اور سجدہ کرنا، گردن جھکائے رکھنا۔

۵. ملنے والوں میں ریاکاری
مثلاً کوئی شخص اس بات کا تکلف خواہاں ہو کہ فلاں عالم یا عابد اس کی ملاقات کے لیے آئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ بڑا دیندار اور صاحب حیثیت ہے کہ بڑے بڑے علماء و بزرگ اس کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں؛ یا ریاکاری کے لیے بکثرت شیوخ و مرشدین کا تذکرہ کرے کہ بہت سے اکابر سے استفادہ کیا ہے۔

اہم استثناء (کشف الباری): جو چیزیں عبادت سے متعلق نہ ہوں۔ جیسے کثرت مال و متاع، علم و ذہانت کی فراوانی، اشعار یاد رکھنا، نشانہ بازی کی مہارت۔ ان میں دکھاوا ”ریا“ نہیں کہلاتا، بلکہ وہ افتخار و تکبر اور ناز و گھمنڈ کی ایک قسم ہے۔

حدیث ۶۴۹۹ – ”مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللّٰهُ بِهِ“

راوی: حضرت جندب بن عبد اللہ البجلي، رضی اللہ عنہ

«مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللّٰهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ»

”جس نے (اپنا عمل) سننے کے لیے کیا، اللہ اسے سنا دے گا؛ اور جو دکھاوے کے لیے کرے، اللہ اسے دکھا دے گا۔“

یعنی جس نے بغیر اخلاص کے عمل کیا اور صرف یہ چاہا کہ لوگ اسے دیکھیں اور سنیں۔ تو اسے اس کا بدلہ یہ ملے گا کہ اللہ اسے مشہور کر دے گا، رسوا کرے گا اور جو کچھ وہ چھپائے ہوئے تھا اسے ظاہر کر دے گا۔

الخطابی

ایک اور قول

جو اپنے عمل سے لوگوں کو دکھاتا ہے، اللہ اسے اُس عمل کا ثواب دکھا دے گا اور اس سے محروم کر دے گا۔

ابن حجر کا ترجیحی قول

”قُلْتُ: وَرَدَنِي عِدَّةُ أَحَادِيثٍ التَّضَرُّحُ بِوُقُوعِ ذَلِكَ فِي الْآخِرَةِ، فَبُؤِ الْمَعْتَمِدُ“ – احمد و دارمی نے ابو ہند الداری سے: «مَنْ قَامَ مَقَامَ رِيَاءٍ وَسَمِعَهُ رَأَى اللّٰهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَمِعَ بِهِ؛ طبرانی نے عوف بن مالک سے اسی طرح، اور معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُومُ فِي الدُّنْيَا مَقَامَ سَمِعَةٍ وَرِيَاءٍ إِلَّا سَمِعَ اللّٰهُ بِهِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

بلاغی نکتہ (عمینی)

اس میں ”مُشَاكَلَةٌ“ کی صنعت ہے جو مخفی نہیں۔ یعنی جزا کو فعل کے لفظ ہی سے تعبیر کیا گیا۔

ایک علمی مناقشہ – سلمہ بن کہیل کا قول



”وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ غَيْرُهُ“

الکرمانی

مراد یہ ہے کہ اُس وقت اُس جگہ پر جنذب رضی اللہ عنہ کے سوانہی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا۔

ابن حجر کا تعقب

انہوں نے ”اُس جگہ“ کی قید سے اُن صحابہ کو نکالا جو اُس وقت کسی اور جگہ موجود تھے۔ مگر بات ایسی نہیں، کیونکہ جنذب کوفہ ہی میں وفات تک رہے، اور ان کی زندگی میں وہیں ابو جحیفہ السوائی موجود تھے (جن کی وفات جنذب کے چھ سال بعد ہوئی) اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بھی (جن کی وفات بیس سال بعد ہوئی)، اور سلمہ نے دونوں سے روایت بھی کی ہے۔

عمینی کا دفاع

”قُلْتُ...“ – کرمانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ میری مراد ”اُس جگہ“ سے وہ مقام ہے جہاں جنذب حدیث سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے، اور وہاں اُس وقت آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی اور نہ تھا۔ اگرچہ ابو جحیفہ اور ابن ابی اوفیٰ کوفہ میں موجود تھے۔

منہجی فائدہ: یہ تینوں اقوال ایک ہی جملے کی تفہیم پر ہیں – طلبہ کو دکھائیں کہ شارحین کس باریکی سے ایک جملے کا تعاقب کرتے ہیں، اور کس طرح ایک شارح دوسرے کا دفاع بھی کرتا ہے۔

عمل چھپانا یا ظاہر کرنا؟

حدیث سے مستفاد ایک اہم فقہی و تربیتی مسئلہ

ابن حجر: اس حدیث میں عملِ صالح کو چھپانے کا استیجاب ہے۔ لیکن کبھی اُس شخص کے لیے ظاہر کرنا مستحب ہوتا ہے جس کی اقتدا کی جاتی ہو، بشرطیکہ اس کی نیت اقتدا کرنا ہو؛ اور یہ حاجت کے بقدر ہو۔

ابن عبد السلام

استیجابِ اخفاء سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جو اسے اس لیے ظاہر کرے کہ اس کی اقتدا کی جائے یا اس سے نفع اٹھایا جائے۔ جیسے کتابتِ علم۔

الطبري

ابن عمر، ابن مسعود اور سلف کی ایک جماعت اپنی مسجدوں میں تہجد پڑھتے اور اپنے اچھے اعمال ظاہر کرتے تاکہ ان کی اقتدا کی جائے۔ پس جو امام ہو، جس کے عمل کو سنت بنایا جاتا ہو، جو اپنے اوپر اللہ کے حق کو جانتا ہو اور اپنے شیطان پر غالب ہو۔ اس کے لیے ظاہر اور مخفی دونوں برابر ہیں، کیونکہ اس کا قصد درست ہے۔ اور جو اس کے خلاف ہو، اس کے حق میں اخفاء افضل ہے۔

مثالِ اظہار

حضرت انس رضی اللہ عنہ: نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو بلند آواز سے ذکر کرتے سنا تو فرمایا: ”إِنَّهُ أَوَّابٌ“۔ اور وہ مقدار بن الاسود رضی اللہ عنہ تھے۔ (طبری)

مثالِ اخفاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: ایک شخص نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لَا تُسَمِّعْنِي وَأَسْمِعْ رَبَّكَ“۔ (احمد و ابن ابی خيثمة - ابن حجر: وسندہ حسن)

مراجع: فتح الباری، شرح حدیث ۰۶۴۹۹ ابن عبد السلام و الطبري (بحوالہ فتح الباری)

باب ۳۷

بَابُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ

باب: جس نے اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کیا

حدیث ۶۵۰۰ – حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حدیث ۶۵۰۰ – مکمل متن

راوی: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ بروایت انس بن مالک عن قتادہ

«بَيْنَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاذُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا. ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاذُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوهُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ»

”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا؛ کجاوے کی پچھلی لکڑی کے سوا میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کی: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! (یعنی اے اللہ کے رسول، میں حاضر ہوں اور تیار ہوں۔) پھر تھوڑی دیر چلتے رہے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کی: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! پھر تھوڑی دیر چلتے رہے، اس کے بعد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کی: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر تھوڑی دیر چلتے رہے اور فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کی: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ جب بندے یہ کر لیں تو اُن کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔“

مراجع: صحیح البخاری ۶۵۰۰۔ کشف الباری، باب ۳۷ (حدیث نمبر ۶۱۳۵)۔ فتح الباری و عمدة القاری

کشف الباری – ترجمہ الباب کی وضاحت



مجاہد فی الطاعت کی حقیقت اور قرآن و احادیث

کشف الباری: اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں مشقت اٹھانے اور مجاہدہ کرنے کی فضیلت اس باب میں بیان کی گئی ہے۔ اخلاقِ ذمیمہ سے اپنا تزکیہ کرنا، اخلاقِ حسنہ اپنانا، گناہوں سے بچنا اور خواہشات کو کچلنا – یہ سب ”مجاہدہ فی الطاعت“ میں داخل ہے۔

ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا قول: ”مَنْ زَيَّنَ ظَاهِرَهُ بِالْمُجَاهَدَةِ، حَسَّنَ اللَّهُ سِرَّائِرَهُ بِالْمُشَاهَدَةِ“
یعنی: جو شخص اپنے ظاہر کو مجاہدے (والے اوصاف) سے مزین کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ حق سے مزین کرے گا۔

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ﴾
”اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہش سے
سورۃ النازعات ۷۹:۴۰“

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾
”اور جو ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔“
سورۃ العنکبوت ۲۹:۶۹

کشف الباری کی توضیح: پہلی آیت میں خوفِ الہی اور نفس کو خواہش سے روکنے پر جنت کا وعدہ ہے؛ اور دوسری آیت میں مجاہدے کا ثمرہ ہدایتِ سبل بتایا گیا ہے۔ یہی مجاہدے کی اصل ہے۔

اہل مجاہدہ کی دس خصلتیں

امام عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ – ”غنیۃ الطالبین“ (بحوالہ کشف الباری)

۱۔ قسم نہ کھانا – چاہے جھوٹی ہو یا سچی، جان بوجھ کر ہو یا بھول کر

۲۔ جھوٹ نہ بولنا

۳۔ وعدہ پورا کرنا

۴۔ مخلوقِ خدا میں سے کسی کی برائی اور اذیت سے بچے رہنا

۵۔ کسی کو بددعا نہ دینا، چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو

۶۔ کسی کے حق میں شرک اور کفر و نفاق کی گواہی نہ دینا

۷۔ گناہ کی چیزوں کی طرف نہ ظاہر میں نظر کرنا، نہ باطن میں

۸۔ کسی پر اپنا بوجھ نہ ڈالنا، اور خلقِ خدا کا بار اپنے سر لینا

۹۔ کسی کی طرف طمع کا ہاتھ نہ بڑھانا

۱۰۔ تواضع اختیار کرنا

شیخ عبد القادر الجیلانی رحمہ اللہ: ”وَالْأَصْلُ فِي الْمَجَاهِدَةِ مُحَالَفَةُ الْهَوَى، فَيَقْطَعُ نَفْسَهُ عَنِ الْمَأْثُوفَاتِ وَالشَّهَوَاتِ وَاللَّذَاتِ، وَيَحْجِمُهَا عَلَى خِلَافِ مَا تَهْوَى فِي عُمُومِ الْأَوْقَاتِ“ – مجاہدے کی اصل خواہش کی مخالفت ہے۔

حدیث باب کی ایک خصوصیت اور مناسبت

کشف الباری، ۳، منقول، ج ۱، ص ۲۰۸، ح

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ: ”وَهُوَ مِنَ الْأَحَادِيثِ الَّتِي أَخْرَجَهَا الْبُخَارِيُّ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاضِعَ مِنْ شَيْخٍ وَاحِدٍ بِسَنَدٍ وَاحِدٍ، وَهِيَ قَلِيلَةٌ جِدًّا فِي كِتَابِهِ ... وَقَدْ تَتَبَعَ بَعْضُهُمْ مَا أَخْرَجَهُ فِي مَوْضِعَيْنِ بِسَنَدٍ وَاحِدٍ، فَبَلَغَ عِدَّتُهَا زِيَادَةً عَلَى الْعِشْرِينَ، وَفِي بَعْضِهَا تَصَرُّفٌ فِي الْمَثْنِ بِالْإِخْتِصَارِ مِنْهُ“

ترجمہ: یہ اُن احادیث میں سے ہے جن کی تخریج ایک ہی شیخ سے، ایک ہی سند کے ساتھ، امام بخاری رحمہ اللہ نے تین مقامات پر کی ہے۔ اور اس طرح کی احادیث صحیح بخاری میں بہت کم ہیں۔ ایک ہی سند کے ساتھ دو مقامات پر تخریج کردہ احادیث کی بعض علماء نے تحقیق کی تو ان کی تعداد بیس سے کچھ اوپر نکلی، اور پھر ان میں سے بعض کے متن میں تھوڑا سا اختصار بھی ہے۔

ترجمہ الباب کے ساتھ مناسبت (کشف الباری): مناسبت ظاہر ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا وہ حق بتلایا گیا ہے جو بندوں کے ذمے ہے، یعنی یہ کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اس کی عبادت و طاعت کا مجاہدہ کریں۔ اور اسی کو ”جہاد اکبر“ کہا جاتا ہے۔

منہجی فائدہ: امام بخاری کے اسلوب تخریج کا یہ نکتہ بتاتا ہے کہ محدثین صرف متن ہی نہیں، تکرارِ سند کے نمونوں کا بھی شمار رکھتے تھے۔

مراجع: کشف الباری، باب ۳۷۔ بحوالہ فتح الباری ۱۱/۴۱۳۔ عمدة القاری ۲۳/۱۳۳۔ إرشاد الساری ۱۳/۵۰۰

باب ۳۸

بَابُ التَّوَاضُعِ

باب: تواضع اور انکساری

احادیث ۶۵۰۱ و ۶۵۰۲ – حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ترجمہ الباب – تواضع کی حقیقت

اشتقاق، تعریف اور ایک اثر

اشتقاق و تعریف

”التواضع“ ضاد کے ضمہ کے ساتھ، ”الضَّعَّةُ“ سے مشتق ہے (اول کے کسرہ کے ساتھ) جس کا معنی ہوان ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس کی تعظیم مقصود ہو اس کے لیے اپنے مرتبے سے نیچے اترنا۔

ایک دوسرا قول

عینی: ”وَقِيلَ: هُوَ تَعْظِيمُ مَنْ فَوْقَهُ مِنْ أَرْبَابِ الْفَضَائِلِ“۔ یعنی اہل فضل میں سے جو اپنے سے بلند ہوں، ان کی تعظیم کرنا۔

عینی نے ”الرقائق“ لابن المبارک سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا: ”لَنْ يَمْلُكَ ذِرْوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى تَكُونَ الضَّعَّةُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الشَّرَفِ، وَمَا قَلَّ مِنَ الدُّنْيَا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا كَثُرَ“۔ بندہ ایمان کی چوٹی کو نہیں پہنچ سکتا جب تک پستی اسے شرف سے، اور دنیا کا تھوڑا اسے زیادہ سے محبوب نہ ہو جائے۔

پہلی حدیث – ناقدہ عضباء: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کہ آپ ﷺ کی اونٹنی ”العضباء“ کو کوئی نہیں پیچھے چھوڑ سکتا تھا، پھر ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر آیا اور اس سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں پر یہ گراں گزرا۔

بعض نے کہا کہ اس حدیث کا اس ترجمہ الباب سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

• بعض کا اعتراض:

وہ اُس سے غافل رہے جو نسائی کے ہاں بعض طرق میں آیا ہے: »حَقُّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْءٌ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا إِلَّا وَضْعَةً«۔ اس میں ترفع سے بچنے اور تواضع پر ابھارنے کا اشارہ ہے، اور یہ اعلان بھی کہ دنیا کے سب معاملات ناقص ہیں، کامل نہیں۔

• ابن حجر کا جواب:

مراجع: فتح الباری و عمدة القاری، شرح الترجمة، باب ۰۳۸ الرقائق لابن المبارک (بحوالہ عمدة القاری)

حدیثِ عضباء سے مستفاد نکات

اقوال شارحین

ابن بطال

اس میں دنیا کی اللہ کے نزدیک بے قدری ہے، اور مباہات و مفاخرت چھوڑنے پر تنبیہ۔ اور یہ کہ جو چیز اللہ پر ہلکی ہو وہ پستی کے مقام میں ہے، پس ہر عقل مند کا حق یہ ہے کہ اس میں زہد اختیار کرے اور اس کی طلب میں مسابقت کم کرے۔

الطبري

تواضع میں دین و دنیا دونوں کی مصلحت ہے۔ کیونکہ اگر لوگ دنیا میں اسے اختیار کریں تو ان کے درمیان سے عداوت زائل ہو جائے اور وہ مباہات و مفاخرت کی تھکن سے آرام پا جائیں۔

ابن حجر کا اضافہ

”قُلْتُ: وَفِيهِ أَيْضًا حُسْنُ خُلُقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“۔ کیونکہ آپ اس پر راضی ہوئے کہ ایک اعرابی آپ سے مسابقت کرے؛ اور اس میں مسابقت کے جواز کا ثبوت بھی ہے۔

ترجمہ خلاصہ: تواضع محض اخلاقی خوبی نہیں۔ یہ دنیا کی حقیقت کو پہچان لینے کا نتیجہ ہے۔

حدیث ۶۵۰۲ – حدیث قدسی ”مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا“

راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بروایت عطاء ۲، سار

«مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحِبَّهُ، فَإِذَا أَحَبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا. وَإِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَ بِي لَأُعِيذَنَّهُ. وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ»

”جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیا۔ اور میرا بندہ میری طرف کسی ایسی چیز سے تقرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے اُس سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر فرض کی۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور دوں، اور اگر میری پناہ چاہے تو میں ضرور پناہ دوں۔ اور میں کسی کام میں اتنا تردد نہیں کرتا جتنا مؤمن کی جان (قبض کرنے) میں کرتا ہوں۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے تکلیف دینا ناپسند کرتا ہوں۔“

سند کا نکتہ: محمد بن عثمان بن کرامہ – کاف کے فتح اور راء کی تخفیف کے ساتھ – امام بخاری کے چھوٹے شیوخ میں سے ہیں، اور بخاری نے ان کے شیخ خالد بن مخلد سے بہت سی احادیث بلا واسطہ بھی روایت کی ہیں۔ اور ”عن عطاء“ سے مراد عطاء بن یسار ہیں؛ بعض نے ابن ابی رباح کہا، مگر پہلا ہی درست ہے۔ (ابن حجر)

اختلاف – یہ حدیث ”تواضع“ کے باب میں کیوں؟

وجہ مناسبت پر شارحین کا مناقشہ

قول اول

ترجمہ اس سے مستفاد ہے جو فرمایا: ”كُنْتُ سَمْعَةً“ – اور ”التردد“ سے بھی۔

قول ”بعضم“ (ابن حجر)

ترجمہ ”مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا“ کے لازم سے مستفاد ہے۔ کیونکہ یہ اولیاء سے دشمنی سے زجر کا تقاضا کرتا ہے، جو ان سے موالات کو مستلزم ہے؛ اور تمام اولیاء سے موالات صرف انتہائی تواضع ہی سے ممکن ہے، کیونکہ ان میں وہ پر اگندہ بال، گرد آلود بھی ہے جس کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

عینی کا رد

”قُلْتُ: دَلَالَةُ الْإِلْتِزَامِ مَجْبُورَةٌ“ – دلالت التزام متروک ہے؛ کیونکہ اگر وہ معتبر ہوتی تو ایک ہی لفظ کے لامحدود مدلولات لازم آتے۔ اور اس قائل سے پوچھا جائے گا: تمہاری مراد لزوم بین ہے یا مطلق لزوم؟ اگر لزوم بین مراد ہے تو وہ اشخاص کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے، پس مدلول منضبط نہ ہوگا؛ اور اگر مطلق لزوم مراد ہے تو لوازم لاشناہی ہیں، پس لفظ کا ان کا افادہ ممتنع ہے۔

عینی کا ایک اور اعتراض: نوافل کا ثواب اللہ کے ہاں اسی کے لیے بڑھتا ہے جو فرائض کی حفاظت کرے۔ پس ترجمے کو محض ”موالات“ سے نکالنے میں بُعد ہے۔

کشف الباری – «کُنْتُ سَمْعًا» کے مختلف مطالب



حدیث قدسیہ کے اس جملے کی حار توجہات

تمہید: ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہیں۔ اللہ جل شانہ جسم اور جسم کے لوازمات سے منزہ اور پاک ہے۔ اسی لیے ان کے مجازی معنی مراد لیے گئے ہیں، اور مندرجہ ذیل مطالب بیان کیے گئے ہیں:

اس سے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جو بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اس کے یہ اعضا اللہ کی نصرت و تائید ہی سے چلتے، حرکت کرتے اور کام کرتے ہیں۔
ابو عثمان الخیرمی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کُنْتُ أُشْرِعُ إِلَى قَضَاءِ حَوَائِجِي مِنْ سَمْعِي إِلَّا سَمْتًا، وَعَيْنِي فِي النَّظَرِ، وَيَدِي فِي الْمَشْيِ“۔ میں اس کی حاجتوں کو اُس کے کان کے سننے، آنکھ کے دیکھنے، ہاتھ کے چھونے اور قدم کے چلنے سے بھی جلد پوری کر دیتا ہوں۔

”سمع“ کو اسم مفعول (مسموع) کے معنی میں لیا جائے۔ یعنی ایسا بندہ صرف میرا ذکر سنتا ہے، میری قدرتوں کے کرشمے کو دیکھتا ہے، اور میری ہی مرضیات میں اس کے ہاتھ پاؤں بڑھتے اور چلتے ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ یہاں ”حافظ“ کا لفظ بطور مضاف محذوف ہے۔ تقریر عبارت: ”کُنْتُ حَافِظَ سَمْعِي الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، فَلَا يَسْمَعُ إِلَّا مَا يَحِلُّ سَمَاعًا، وَحَافِظَ بَصَرِي“۔ یعنی میں اس کے کانوں اور اس کی نظر وغیرہ کی حفاظت کرتا ہوں، اور یوں وہ گناہ اور نافرمانی سے محفوظ رہتا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ بطور تمثیل ہے۔ جس طرح آنکھ، ہاتھ اور دیگر جوارح انسان کے لیے کام کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تائید اُس بندے کے ساتھ ہوتی ہے۔

مراجع: کشف الباری، باب التواضع۔ بحوالہ فتح الباری ۱۱/۴۱۸، إرشاد الساری ۱۳/۵۰۳، عمدة القاری ۲۳/۱۳۸

باب ۴۴

بَابُ يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: اللہ قیامت کے دن زمین کو سمیٹ لے گا

حدیث ۶۵۱۹ – حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ترجمۃ الباب اور حدیث ۶۵۱۹

معنی قبض اور تعلیق نافع

عینی: ”یقْبُضُ“ کا معنی ”سب جمع“ (سمیٹنا) ہے؛ اور کبھی قبض کا معنی کسی چیز کا فنا ہو جانا اور چلے جانا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (الزمر ۶۷: ۳۹)؛ اور یہ احتمال بھی ہے کہ مراد یہ ہو کہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن فانی ہو جانے والی ہے۔

تعلیق: «رَوَاهُ نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» – عینی: یہ تعلیق ابو ذر کے بعض شیوخ کے نسخوں سے ساقط ہے، اور امام بخاری نے اسے کتاب التوحید میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

«يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيُّنَ مُلُوكِ الْأَرْضِ؟»

”اللہ زمین کو سمیٹ لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟“

مطابقت: عینی – ”مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ فِي أَوَّلِ الْحَيْثِ“ – تخریج: بخاری نے کتاب التوحید میں بھی احمد بن صالح سے؛ مسلم نے کتاب التوبہ میں حرمہ سے؛ نسائی نے النعوت میں اور التفسیر میں؛ ابن ماجہ نے کتاب السنہ میں روایت کیا۔

عینی کا حکم: ”وَالْحَيْثُ مِنَ الْمُتَشَابِهَاتِ“ – یہ حدیث تشابہات میں سے ہے۔

قاضی عیاض کی تحقیق – تین الفاظ، ایک معنی

اور زمین کے روٹی بن جانے کی حدیث

عیاض: یہ حدیث صحیح میں تین الفاظ سے آئی ہے۔ ”القبض“، ”الطی“ اور ”الآخذ“۔ اور یہ سب جمع کرنے کے معنی میں ہیں؛ کیونکہ آسمان پھیلے ہوئے ہیں اور زمین بچھی اور پھیلانی ہوئی ہے۔ پھر یہ معنی رفع، ازالہ اور تبدیلی کی طرف لوٹتا ہے، یعنی ان کے بعض کو بعض کی طرف ضم کر دینا اور انہیں فنا کر دینا۔ ”فَمَوْثِمٌ لِّصِفَةِ قَبْضِ هَذِهِ الْمَخْلُوقَاتِ وَجَمْعِهَا بَعْدَ بَسْطِهَا وَتَفْرِقِهَا، دَلَالَةٌ عَلَى الْمَقْبُوضِ وَالْمَبْسُوطِ لَا عَلَى الْبَسْطِ وَالْقَبْضِ“۔

ابن حجر: اس کی مزید تفصیل کتاب التوحید میں آئے گی۔ اور ﴿يَوْمَ يُبَدِّلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ﴾ (ابراہیم ۴۸: ۱۴) میں اختلاف ہے کہ آیا مراد زمین کی ذات اور صفت دونوں کی تبدیلی ہے یا صرف صفت کی۔

«تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْرَةً وَاحِدَةً، يَتَكَفَّوْهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْرَتَهُ فِي السَّفَرِ، نُزُلًا لِأَهْلِ الْجَنَّةِ»

”قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہوگی، جسے جبار اپنے ہاتھ سے الٹے گا جیسے تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی الٹتا ہے۔ اہل جنت کی مہمانی کے طور پر۔“

خطابی: ”الطَّمِيَّةُ“۔ وہ آٹا جو گڑھے میں آگ جلانے کے بعد رکھ دیا جائے۔ لوگ اسے ”المَلَّةُ“ کہتے ہیں، حالانکہ ”المَلَّةُ“ تو خود وہ گڑھا ہے۔

تاء و کاف کے فتح اور فاء کی تشدید کے ساتھ۔ یعنی اسے جھکاتا اور الٹتا ہے؛ ”كَلَفَاتُ الْإِنَاءِ“ سے، جب برتن کو الٹ دیا جائے۔ مسلم کی روایت میں کاف کے سکون کے ساتھ ”يَكْفُوْهَا“ ہے۔

مراجع: فتح الباری، شرح حدیث ۶۵۱۹ عیاض و الخطابی (بحوالہ فتح الباری)

کشف الباری – تبدیل ارض اور لغوی تشریح



باب یقبض، اللہ الأرض، کے ضمن میں

کشف الباری: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زمین ہی بذریعہ پُل صراط لوگوں کو دوسری طرف منتقل کیا جائے گا۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں متعدد صحابہ و تابعین کے یہ اقوال نقل کیے ہیں کہ اس وقت موجودہ زمین اور اس کے سب دریا آگ ہو جائیں گے۔ گویا سارا علاقہ جس میں اب آباد ہے، اس وقت جہنم کا علاقہ ہو جائے گا۔

کشف الباری کی احتیاط: ”بہر حال اس سلسلے میں مختلف روایات وارد ہیں اور بعض روایات بظاہر ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ آخرت کی حقیقت اور صحیح صورت حال کا علم اللہ ہی کو ہے۔“

لغوی تشریح – ”يَمْضَاءُ عَفْرَاءَ كَقَرْصَةِ النَّقِيِّ“

سفید مائل بہ سرخی۔

بَيْضَاءُ

ایسا رنگ جو خالص سفید نہ ہو بلکہ گندم گوں ہو۔ بعضوں نے کہا کہ ”عفراء“ خالص سفید رنگ کو کہتے ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے پہلے قول ہی کو معتمد قرار دیا ہے۔

عَفْرَاءُ

میدے کی روٹی کا قرص۔ یعنی زمین اُس دن اہل جنت کی مہمانی کے لیے ایک ایسی روٹی کی مانند ہوگی۔
مراجع: کشف الباری، کتاب الرقاق – تفسیر ابن جریر و ترمذی ابن حجر (بحوالہ کشف الباری)

قَرْصَةُ النَّقِيِّ

تزیتی نکات اور عصری تطبیق

اخلاص، مجاہدہ، تواضع اور یادِ آخرت

تزیتی نکات

• ریاسمے کا بدلہ اسی جنس سے ملے گا۔ تشہیر و رسوائی

• ہر اظہارِ ریا نہیں؛ اقتدا کی نیت ہو تو مستحب ہے

• فرائض نوافل سے زیادہ محبوب ہیں

• ولی سے دشمنی اللہ سے اعلانِ جنگ ہے

• تواضع دنیا کی حقیقت جان لینے کا ثمر ہے

• بادشاہت صرف اُسی کی ہے۔ ”اَیْنَ نُلُوكُ الْاَرْضِ؟“

عصرِ حاضر میں تطبیق

× عبادت کی تصویر سوشل میڈیا پر
✓ نیت کا جائزہ: اقتدا یا نمائش؟

× نوافل کا اہتمام، فرائض میں سستی
✓ پہلے فرائض، پھر نوافل

× اہلِ علم و صلاح پر طعن
✓ ادب اور موالات

× عہدے اور شہرت کی دوڑ
✓ تواضع اور گمنامی سے انس

× دنیاوی اقتدار سے مرعوبیت
✓ ”اَنَا الْمَلِکُ“ کا استحضار

المصادر والمراجع – حصہ ہفتم

ابواب: الرياء والسمعة • من جاهد نفسه • التواضع • يقبض الله الأرض

صحیح البخاری

أحاديث ٦٤٩٩، ٦٥٠٠، ٦٥٠١، ٦٥٠٢، ٦٥١٩

براہ راست

فتح الباری – ابن حجر العسقلانی

جلد ۱۱ – شرح التراجم والأحاديث

براہ راست

عمدة القاري – بدر الدين العيني

جلد ۲۳ – شرح التراجم والأحاديث

براہ راست

الغزالي • ابن عبد السلام

تعريف الرياء والسمعة

بحوالہ فتح الباری

الخطابي

معنى ”من سمع“ و ”الحجزة“

بحوالہ الشرحین

الكرمانی

قول سلمة بن كهيل

بحوالہ الشرحین

الطبري • ابن بطال

إظهار العمل وفوائد التواضع

بحوالہ فتح الباری

عیاض

الألفاظ الثلاثة: القبض والطي والأخذ

بحوالہ فتح الباری

الرقائق لابن المبارك

أثر معاذ بن جبل في التواضع

بحوالہ عمدة القاري

كشف الباري – مولانا سليم الله خان

حكم الرياء • أقسام الرياء • معاني ”كنت سمعة“ • تبديل الأرض

براہ راست

بحوالہ کثوث الباری ”فی القیاض الیاء الخمسة“ میں شامل نہیں – اس کا مقام دونوں شروح میں ابھی متعین کیا جا رہا ہے، اور یہ کتاب جامع علوم الدین سے الغزالی باب ۳/۲ ہے، اس لیے اسے مستقل حصے میں پیش کیا جائے گا۔

باب ۵۳

بَابُ فِي الْحَوْضِ

باب: حوض کوثر کے بیان میں

کتاب الرقاق کا آخری اور طویل ترین باب – تینوں شروح سے

ترجمہ الباب – حوض کی حقیقت

تعریف، تواتر اور حکم ایمان

عینی: یعنی یہ باب نبی کریم ﷺ کے حوض کے ذکر میں ہے۔ ”الحوض“ وہ ہے جس میں پانی جمع کیا جائے، اس کی جمع ”أحواض“ اور ”حیاض“ آتی ہے۔ ”وَالْأَحَادِيثُ الَّتِي وَرَدَتْ فِيهِ كَثِيرَةٌ بِحَيْثُ صَارَتْ مُتَوَاتِرَةً مِنْ جِهَةِ الْمَعْنَى، وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ“ – اور یہ جنت کے دروازے پر ہے، مؤمن اس سے سیراب ہوں گے، اور یہ آج بھی مخلوق و موجود ہے۔

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾

”بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔“
سورة الكوثر ۱: ۱۰۸۔ امام بخاری نے حجة الباب کے ساتھ یہی آیت ذکر کی

اشتقاق ”کوثر“

عینی: ”الکوثر“ ”الکثرة“ سے فاعل کے وزن پر ہے۔ عرب ہر اُس چیز کو ”کوثر“ کہتے ہیں جو تعداد، قدر یا اہمیت میں کثیر ہو۔

سفیان بن عیینہ کا لطیفہ

ایک بڑھیا سے کہا گیا، تمہارا بیٹا سفر سے کیا لایا؟ کہنے لگی: ”آبِ الْكَوْثَرِ“ – یعنی بہت سا مال لایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ

کوثر کے بارے میں فرمایا: ”هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي“ – یہ وہ حوض ہے جس پر میری امت وارد ہوگی۔

مراجع: عمدة القاري ۲۳، باب فی الحوض، فتح الباری، شرح الترجمة

اختلاف – حوض صراط سے پہلے ہے یا بعد؟

ایک حقیقی علمی نزاع اور اس کی توجہات

ابن حجر: امام بخاری کا احادیث حوض کو احادیث شفاعت کے بعد اور نصب صراط کے بعد لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حوض پر ورود صراط کے نصب اور اس پر گزرنے کے بعد ہوگا۔ اور احمد و ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ”اَطْلُبْنِي اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ ... اَنَا عِنْدَ الْمَيْرَانِ ... اَنَا عِنْدَ الْحَوْضِ“۔

بعض احادیث باب میں ہے کہ ایک جماعت کو حوض سے ہٹا دیا جائے گا اور انہیں آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ حالانکہ جو صراط پار کر کے حوض تک پہنچا وہ تو آگ سے نجات پا چکا، پھر اسے آگ کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا؟

اشکال

ابن حجر کی توجیہ

ممکن ہے اسے اس پر محمول کیا جائے کہ وہ حوض کے اتنے قریب ہو جائیں کہ اسے اور آگ کو دیکھ لیں، پھر صراط کے باقی حصے سے خلاصی پانے سے پہلے ہی آگ کی طرف دھکیل دیے جائیں۔

القربطی (التذکرہ)

صاحب ”القوت“ اور دیگر کا مذہب یہ ہے کہ حوض صراط کے بعد ہے، اور دوسروں کا اس کے برعکس۔ صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دو حوض ہیں: ایک موقف میں صراط سے پہلے، دوسرا جنت کے اندر۔ اور دونوں کو ”کوثر“ کہا جاتا ہے۔

ابن حجر کا تعقب

”قُلْتُ: وَفِيهِ نَظَرٌ“۔ کیونکہ کوثر تو جنت کے اندر ایک نہر ہے، اور اس کا پانی حوض میں گرتا ہے؛ حوض کو ”کوثر“ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اسی سے بھرتا ہے۔ پس قربطی کے کلام سے زیادہ سے زیادہ یہ نکلتا ہے کہ حوض صراط سے پہلے ہے۔

ابن حجر کا استدلال: لو کہ موقف میں پیاسے آئیں گے، مؤمن حوض پر وارد ہوں گے اور کفار آگ میں گر جائیں گے۔ اور مسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حوض میں جنت سے دو پرنا لے گئے ہیں، اور اس کا شاہد ثوبان

کیا ہرنی کا حوض ہے؟

ایک روایت اور اس پر شارحین کی تحقیق

«إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا، وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى حَوْضِهِ بِيَدِهِ عَصَا يَدْعُو مَنْ عَرَفَ مِنْ أُمَّتِهِ. إِلَّا وَإِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ أَكْثَرُ تَبَعًا، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَبَعًا»
”ہرنی کا ایک حوض ہے، اور وہ اپنے حوض پر کھڑا ہوگا، اس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوگی، اپنی امت میں سے جسے پہچانے گا اسے بلائے گا۔ اور وہ ایک دوسرے پر فخر کریں گے کہ کس کے تابع زیادہ ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ان میں سب سے زیادہ تابع والا ہوں گا۔“

ترمذی کی روایت

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ اس کے وصل و ارسال میں اختلاف ہے، اور مرسل زیادہ صحیح ہے۔

مرسل کی تخریج

ابن ابی الدینا نے سند صحیح کے ساتھ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسل روایت کیا۔

موصول کی تخریج

طبرانی نے دوسرے طریق سے سمرہ رضی اللہ عنہ سے موصولاً مرفوعاً روایت کیا، مگر اس کی سند میں کچھ لین ہے۔

عینی کا فیصلہ

”فَإِنْ ثَبَتَ فَالْمَحْضُ بَيْنَنَا عَلَيْهِ صَلَّيَ اللَّهُ الْكَوْثَرُ الَّذِي يُصَبُّ مِنْ بَارِي فِي حَوْضِهِ“۔ اگر یہ روایت ثابت ہو تو ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیت ”کوثر“ ہے جس کا پانی آپ کے حوض میں گرتا ہے، کیونکہ اس کی نظیر کسی اور کے لیے منقول نہیں؛ اور اللہ نے سورۃ الکوثر میں اسی کا احسان جتلیایا۔

مراجع: عمدة القاري ۲۳، باب في الحوض . الترمذي . ابن أبي الدنيا . الطبراني (بحوالہ عمدة القاري)

منکرین حوض اور تواترِ احادیث

عمدة القاری کی تصریح

عینی: ”وَقَدْ أَتَكَرَّ الْحَوْضُ الْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُعْتَزَلَةِ، وَمَنْ كَانَ يَنْكِرُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ أَحَدُ أُمَرَاءِ الْعِرَاقِ – وَهَؤُلَاءِ صَلُّوا فِي ذَلِكَ، وَخَرَقُوا إِجْمَاعَ السَّلَفِ، وَفَارَقُوا مَذْهَبَ أَيْمَةِ الْخَلْفِ“

احادیثِ حوض پچاس سے زائد صحابہ سے مروی ہیں

جن سے امام مسلم نے روایت کی: ابن عمر • ابو سعید • سہل بن سعد • جندب • ام سلمہ • عقبہ بن عامر • ابن مسعود • حذیفہ • حارثہ بن وہب • المستورد • ابو ذر • ثوبان • انس • جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم

اور ان کے علاوہ: ابوبکر صدیق • زید بن ارقم • ابو امامہ • عبد اللہ بن زید • سوید بن جبہ رضی اللہ عنہم – اور دیگر۔

منہجی سبق: عقیدے کا کوئی مسئلہ جب اس درجے کی کثرتِ طرق سے ثابت ہو جائے کہ وہ معنًا متواتر ہو جائے، تو اس کا انکار اجماعِ سلف کو توڑنا ہے – اور یہی وجہ ہے کہ عینی نے منکرین پر ”صَلُّوا“ کا لفظ استعمال کیا۔

احادیثِ باب – منتخب متون

صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض

«أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ»

حضرت جندب رضی اللہ عنہ ”میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔“

«إِنِّي فَرَطٌ لَّكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ»

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ”میں تمہارا پیش رو ہوں اور تم پر گواہ ہوں، اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔“

«مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِئْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِئْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ”میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔“

«إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظَرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ»

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ”میں حوض پر ہوں گا یہاں تک کہ دیکھوں کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے۔“

عینی: ”الفرط“ وہ ہے جو قوم سے آگے بڑھ کر ان کے لیے پانی اور انتظام کا بندوبست کرے۔ پس آپ ﷺ اپنی امت کے لیے حوض پر پہلے سے موجود ہوں گے۔

لغوی تشریح۔ کشف الباری سے



حوض اور کوثر کے اوصاف میں وارد الفاظ

حَافَتَاهُ

”حافۃ“ سے کنارہ مراد ہے۔ یعنی حوض کے دونوں کنارے۔

قَبَاب

”قُبۃ“ کی جمع ہے: گنبد۔

الدَّرُّ الْمُجَوَّف

ایسا موتی جو اندر سے خالی ہو۔

أَذْفَر

تیز خوشبودار۔ ابن فارس رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ذَفَرٌ“ بو کی تیزی کو کہتے ہیں۔

کوثر کی مٹی اور خوشبو

حدیث میں ہے کہ اس کی مٹی۔ یا اس کی خوشبو۔ مشک جیسی تھی۔

کشف الباری نے ان لغوی تشریحات کے لیے حاشیے میں ”عمدة القاری ۲۳/۲۱۶“ کا حوالہ دیا ہے۔ یعنی وہی مقام جو ہمارے پیش نظر ہے۔

”أَصْحَابِي“ اور ”مَا أَخَذُوا بَعْدَكَ“ کا مفہوم

ایک نازک مقام — اور شارحین کی توضیح

«لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِي الْحَوْضِ، حَتَّى عَرَفْتَهُمْ اخْتَلَجُوا دُونِي، فَأَقُولُ: أَصِحَابِي! فَيَقُولُ: لَا تَدْرِي مَا أَخَذُوا بَعْدَكَ»

”میرے کچھ ساتھی میرے پاس حوض پر لائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب میں انہیں پہچان لوں گا تو وہ میرے سامنے سے ہٹا دیے جائیں گے۔ میں کہوں گا: یہ تو میرے ساتھی ہیں! تو کہا جائے گا: آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں۔“ (حضرت انس رضی اللہ عنہ)

”أَصْحَابِي“ سے مراد

کشف الباری کے حاشیے میں ہے: ”أَصْحَابِي أَيُّ مَن كَانَ يُصَاحِبُنِي“ — یعنی وہ جو میری صحبت میں رہے۔

”اَخْتَلَجُوا“

کشف الباری: ”جَزِبُوا وَابْعَدُوا“ — انہیں کھینچ کر دور کر دیا گیا۔

”مَا أَخَذُوا“

کشف الباری: ”مِنْ مَعْصِيَةٍ تُوجِبُ حِرْمَانَهُمُ الشُّرْبِ مِنَ الْحَوْضِ“ — یعنی ایسی نافرمانی جو انہیں حوض سے پینے سے محروم کر دے۔

ایک اور روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے: «إِنَّهُمْ اخَذُوا بَعْدَكَ عَلَى أَذْبَارِهِمُ الْقَمْحَرَى» — اور ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ اس پر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِينِنَا»۔

تنبیہ برائے اساتذہ: اس مقام پر شارحین کی مفصل بحث ہے۔ یہاں صرف وہی نقل کیا گیا ہے جو ہمارے پیش نظر عبارات میں صراحتاً موجود تھا۔

تزیتی نکات اور عصری تطبیق – باب فی الحوض

ایمان بالغیب اور استقامت

تزیتی نکات

• حوض پر ایمان لانا واجب ہے – احادیث معناً متواتر ہیں

• آپ ﷺ اپنی امت کے ”فَرَط“ ہیں، ان کا انتظار فرمائیں گے

• صحبت کے دعوے سے زیادہ اہم استقامت ہے

• محرومی کا سبب ”ما اُحدثوا بعدک“ ہے

• سلف کا انکارِ حوض کو ضلالت کہنا عقیدے کی حساسیت بتاتا ہے

• دعا مانگتے رہنا چاہیے کہ دین پر ثابت قدمی نصیب ہو

عصر حاضر میں تطبیق

× غیبی امور کو عقل پر پرکھنا
✓ نصوص متواترہ پر ایمان

× محض نسبت و انتساب پر بھروسا
✓ عمل اور استقامت

× دین میں نئی باتیں گھڑنا
✓ اتباعِ سنت

× آخرت کے مناظر سے غفلت
✓ حوض و صراط کا استحضر

× اپنے خاتمے سے بے فکری
✓ دعائے ثبات – ”أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَغْقَابِنَا“ سے پناہ

المصادر والمراجع – حصہ ہشتم

باب فی الحوض – کتاب الرقاق کا آخری باب

براہِ راست	کتاب الرقاق، باب فی الحوض	صحیح البخاری
براہِ راست	جلد ۱۱، ص ۴۷۴-۴۸۶ (نسخہ حاضرہ)	فتح الباری – ابن حجر العسقلانی
براہِ راست	جلد ۲۳، ص ۲۱۰-۲۲۳ (نسخہ حاضرہ)	عمدة القاری – بدر الدین العینی
براہِ راست	جلد ۲۲ – لغوی تشریح و حواشی	کشف الباری – مولانا سلیم اللہ خان
بحوالہ الشرحین	موضع الحوض من الصراط	القرطبی (التذکرۃ) . صاحب القوت
بحوالہ عمدة القاری	حدیث ”إن لكل نبی حوضاً“	الترمذی . ابن أبی الدینا . الطبرانی
بحوالہ الشرحین	حدیث أبی ذر و ثوبان و انس	صحیح مسلم . أحمد
بحوالہ کشف الباری	معنی ”ذُرٌّ“	ابن فارس

اصول تحقیق: ہر قول اُسی شارح کی طرف منسوب کیا گیا جس کی کتاب میں وہ پایا گیا؛ بالواسطہ منقول اقوال پر ”بحوالہ“ کی صراحت ہے۔ صفحات ہمارے پیش نظر نسخوں کے مطابق ہیں۔